

آؤ، ہم پہلا قدم

[www.iqbalkalmati.blogspot.com](http://www.iqbalkalmati.blogspot.com)

دھرتے ہیں



# آؤ ہم پہلا قدم دھرتے ہیں

از

عمیرہ احمد



راہبہ کی ذمہ داری اٹھانے پر تیار نہیں تھے۔ راہبہ کی ساس جھپٹے ہوئے انہیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔

سب کچھ بدل گیا۔ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔ بھائیوں کے پاس آ کر راہبہ کو پہلا احساس ملی ہوا تھا۔ جنت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ ہی لوگ بھی بدل گئے تھے۔ وہی بھائی بھابیوں جو انہیں ڈانٹنے کے لئے مشغول فون کیا کرتے تھے۔ اب

انہیں گھر لانے کے بعد یہ طے کرنے میں مصروف تھے کہ وہ کس کے پاس رہیں گی اور انہیں خرق کون دیا کرے گا۔ کچھ جنت گزرنے کے بعد انہوں نے راہبہ پر دوسری شادی کے لئے دباؤ ڈالا شروع کر دیا۔ لیکن یہ صرف ایک ایسی چیز تھی جس پر راہبہ کوئی دباؤ برداشت کرنے پر تیار نہیں ہوئی تھیں۔ باہران کے لئے کیا تھے اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے سترہ سال وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی تھیں۔ ان کے بھائی یہ سمجھتے تھے کہ صرف راہبہ کی ضد کے سامنے وہ جبکہ تو گئے تھے مگر ان کے درو پیہ روز بروز بڑھتے چلے جاتے تھے۔ وہ کئی کئی دن انہیں غائب نہ کرتے۔

بھائیوں جو بات باوا سے کہنے لگتی تھیں وہ بالوا سے ظہر پر کہہ دیتی تھیں۔ ان کی ماں خود بھی جنوں اور سبکدوش کے درمیان رہتی تھیں۔ وہ بیٹا انہیں صرف صبری تعلیم کیا کرتی تھیں۔

انہیں جو تھیں جو بھائیوں کے گھر آتیں تو کوشش کرتیں راہبہ سے ملنے بیٹھتی چلی جائیں کیونکہ راہبہ کے ساتھ زیادہ گرم جوشی رہتے کا مطلب یہ ہوتا کہ انہیں پہلے بھائیوں اور

اس جنت کسی کو اس کے قصے اور ضد پر پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ وہ لاکھوں کی جائیداد کا اکھٹا دار تھا پھر کون تھا جو اس میں نقصان لگنے کی محنت کرتا۔ ان ہی دنوں راہبہ نے اپنے بھونے بھائی کی بیٹی سعد سے یہ صبر کی نسبت طے کر دی تھی۔ دونوں خاندان اس دھڑے پر بہت خوش تھے۔

صبر اس وقت آٹھ سال کا تھا جب یہ ہونا ایک انکشاف ہوا تھا کہ باہران کو بچھڑوں کا کیمپ ہے۔ یہ شخصیت ہو جانے کے بعد انہیں ملازمت سے ریٹائر کر دیا گیا۔ راہبہ پر جیسے ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ انہیں ملازمت ہونے کا افسوس نہیں تھا۔ انہیں تو صرف باہران کی مصیبت کی فکر تھی۔ باہران کو ساتھ لے کر وہ باہران کے ممالک میں علاج کے لئے پھرتی رہیں لیکن مختلف آپریشن کے بعد بھی کیمپ ٹرم نہیں ہوا بلکہ پھیلا ہی چلا گیا۔ پھر ان ہی دنوں ایک ٹریک مارے میں ان کے سر کا انتقال ہو گیا۔ راہبہ جیسے ایک بار پھر دورا ہے پر آن کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی ساس کے ساتھ مشغول پاکستان شفٹ ہو گئیں پھر حیدر کو اپنی ساس کے پاس چھوڑ کر وہ ایک بار پھر باہران کو علاج کی خاطر انگلینڈ لے گئی تھیں۔ روپیہ پانی کی طرح بہانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشغول طرح پاکستان میں بھی ان کی جائیداد کھٹ گئی۔ جو روپیہ اکٹھا کرنے میں باہران ان کے باپ کو چالیس سال لگے تھے وہ صرف دو سال میں ختم ہو گیا تھا اور جب وہ دو سال ختم ہوئے تو باہران بھی ختم ہو گئے تھے۔ راہبہ کے لئے مصیبتوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی ساس کو بھی اپنے بھائیوں کے پاس جانے اور ان کے بھائی صبر اور

تھا۔

اور ان ہی احمقوں سے جبراً زنا ہونے ہوئے پچھنیں کم ان کی توجہ میز سے ہٹ گئی تھی۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی بھانگی کا کوئی نہ کوئی کام کرتی ہو تھیں اور اس ساری ہمدردی کا خلیہ وہ یہ ہوتا تھا کہ کوئی نہ کوئی ان کے اظہار ہات پورے کر دیتا تھا۔ اسی بھاگ دوز میں انہیں پڑی تھیں چنانچہ میز پر پلٹے ہوئے انہوں نے بلاشبہ باپ کی بنیادی اور موت کو بے حد محسوس کیا تھا اور وہ بہت ناموش رہنے لگا تھا۔ شروع میں اسے ماموں کے گھر آ کر رہنا بہت اچھا لگا تھا کیونکہ اسے بھیڑ سے یہاں آنا پسند تھا کیونکہ یہاں اس کے ساتھ کھیلنے کو بہت بچے ہوتے تھے اور پھر اس کے بہت ناخفے بھی اٹھاتے جاتے تھے۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے پتہ چل گیا تھا کہ پہلے اور اب کے رہنے میں بہت فرق تھا۔ باپ اسے ڈانٹتا جاتا تھا۔ اس کے کاموں میں راک ٹوک ہوتی تھی۔ شروع میں اس کے کزنز اس کے ساتھ بہت فریبنگ تھے لیکن اپنے ماں باپ کے بدلتے ہوئے رویوں کا اثر ان پر بھی ہوا تھا اور انہوں نے اپنے نظریات و مذاکرہ شروع کر دیے۔ پہلے

پہلے اسے یہ سب کچھ سمجھ نہیں آیا مگر پھر جب اس نے اس سب پر سوچنا شروع کیا تو آگئی کے سنے سنے دماغ پر کھلتے پھٹے گئے۔ سارے فرق اس کی سمجھ میں آنے لگے تھے اور وہ جیسے شاک میں آ جاتا تھا۔ بہت محسوس طور پر اس میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے کزنز کے ساتھ کھیلنا چھوڑ دیا کیونکہ وہ خود کو ان کے برابر کا نہیں سمجھتا تھا۔ وہ

بھائیوں کی بے رخی کا سامنا کرنا پڑتا۔ جیسے بھی وہ جس سوشل انٹینسٹی کی حالت میں وہ مبتلا تھی تھا کہ وہ صرف بھائیوں ہی سے میل جول رکھیں۔ راجہ تو اب وہ انٹینسٹی کھو چکی تھیں اور وہ بارہ اسے حاصل کرنے کا وہ وہ رنگا مکان شکار لیکن جو بھی تھا۔

راجہ کا حوصلہ اور صبر کمال کا تھا۔ انہوں نے کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔ ایک چپ کی طرحی بھائیوں نے اپنے حوصلوں پر لگائی تھی۔ انہوں نے گھر کی پوری ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھا لی تھی۔ ان کے بڑے بھائی کے گھر وہ شین ملازم تھے اور وہی سارا کام لیا کرتی تھیں جیسے وہ اپنے بھائی کی پلاس کیمپر ہوں۔ ان کی خدمت کے عوض انہیں روپائش اور تین وقت کا کانا میسر تھا۔ ہر ماہ ان کو ایک بھائی بڑا روپے دے جاتا

اور وہ انہیں بڑا روپوں میں اپنے اخراجات پورے کرنے کی کوشش کرتیں ان کے ذوقی اخراجات کچھ نہیں تھے۔ باں میز کا خیال انہیں رکھنا پڑتا تھا۔ وہ اسی اسکول میں داخل تھا جہاں ان کے بھائیوں کے بچے داخل تھے۔ اس میں ان کے بھائیوں کا کوئی کمال نہیں تھا۔ اپنی ماں کے ساتھ پاکستان منتقل ہونے کے بعد انہوں نے خوبھی سے اس اسکول میں داخل کر دیا تھا کیونکہ جب ان کے پاس روپے کی کمی نہیں تھی۔ لیکن اب انہیں اسکول کی فیس اور دوسرے اخراجات پورے کرنے کے لئے جوجین کرنے پڑتے وہ ان کا دل ہی چاہتا تھا۔ اپنی تعلیم یافتہ تو وہ تھیں نہیں جو اچھی باب کر سکیں اور اگر تعلیم یافتہ ہوتیں بھی جب بھی ان کے بھائیوں کی نصیحت کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ وہ کوئی باپ کریں۔ ایک سے بڑھ کر ایک امتحان انہیں درپیش

پہلے دانی خد کٹر قسم ہوئی تھی۔ اسے ماں کی سب تو سچی کی حکایت بھی نہیں دہی تھی۔

وہ اسکول سے آ کر کسی کوٹے میں اپنا بیگ لے کر بیٹھ جاتا اور ہوم ورک کرتا رہتا۔ جب ہوم ورک ختم ہو جاتا تو ڈورنگ کرتے لگتا اور جب اس میں دلچسپی ختم ہو جاتی تو کوئی کتاب نکال کر پڑھنے لگتا۔ ماسٹر یز میں آپ اس کے گریڈز بہت اچھے آنے لگے تھے۔ ہر پارٹس کا رزلٹ کارڈ دیکھ کر دایو کا سیرس غورن بڑھ جاتا۔ انہیں لگتا تھا کہ اس کو ڈاکٹر بنانے کا خواب پورا ہونے والا ہے۔

صبر کے حراج میں ہونے والی تبدیلیوں کا احساس انہیں پہلی مرتبہ چھ ہوا تھا۔ جب وہ ایک صبح اسے اتھا کھڑی گاڑی تک چھوڑنے پہنچی تھیں۔ وہ انہیں خدا حافظ کہ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ان کے بھائی کے بچے ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ وہ ڈاکٹر کی کھڑی رہیں۔ پھر کچھ دیر بعد ان کے بھتیجے اور بھتیجیوں آن گئی تھیں۔

تم آگے ہو کر خد کو کھڑی کے پاس میں بیٹھوں گی۔ میں تمہیں روز کھتا ہوں پھر تم پائڑ کیوں نہیں دیتا۔

ہن کے سب سے چھوٹے بھتیجے نے آتے ہی بڑی بدتمیزی سے دروازہ کھول کر صبر کو جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔ رابڈ ڈگنی تھیں کہ صبر ابھی لڑنا شروع کر دے گا اور اسے خد شے کے پیش نظر وہ گاڑی کے پاس آگئی تھیں مگر صبر بے حد خاموشی سے آگے سرک رہا تھا۔ ہن کے سارے بھتیجے اور بھتیجیاں گاڑی میں سوار ہو گئی تھیں اور وہ ان کے

دور میں سکڑا ہوا سر پہ کائے بیٹھا تھا۔

گاڑی چل پڑی تھی اور دایو کے کمال آفسوس سے بھٹکتے لگے تھے۔ انہیں یاد تھا وہ بیٹھ کھڑی کے پاس ہی بیٹھتا تھا اور کسی میں اتنی بات نہیں ہوتی تھی کہ وہ اسے وہاں سے جتا دیتا اور آپ صبر کی اطاعت گزار ہی نے انہیں خوش کرنے کے بجائے ان کا دل چھید دیا تھا۔ جب ماسٹر زہد تھے تو بعض دفعہ وہ صبر کی خد اور فیس سے تنگ آ کر ہر ایک سے پوچھتی رہیں کہ وہ اسے کیسے ٹھیک کریں اور جب ان کی مشکل حل ہو گئی تھی تو وہ رورہی تھیں۔ اسی دن اسکول سے واپس آنے کے بعد وہ یہاں نے صبر کو چار کرتی رہیں۔

صبر واقعی بدل گیا تھا۔ اس بات کا یقین انہیں چھ ہوا تھا جب چند روز بعد ایک روز صبح اسکول جاتے ہوئے انہوں نے اسے پاکستان ملی دینے کی کوشش کی۔

نہیں امی آپ میرا روپے خرچ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

بڑی عجیبیگی سے اس نے ماں کا ہاتھ پیچھے کر دیا تھا۔ اس کے لالچ پر جیسے دایو کا سانس ہی رک گیا تھا۔

کیوں جتا

بس ویسے ہی تک ٹاپ آتے جاتے بہت وقت لگ جاتا ہے پھر وہاں رٹ بہت ہوتا ہے سارا ہی ریک تو اٹھا دینا ہی گزر جاتی ہے پھر پائٹس کی کانیا لایا وہ دو اپنا اسکول بیگ بند کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ دایو بے چینی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی

تھا۔ پھر جب وہ میٹرک میں آیا تو اس کے باہر رہنے کے اوقات بھی بڑھ گئے لیکن راجہ پھر بھی مطمئن نہیں۔ پتا نہیں انھیں یہ کیوں نہیں لگا کہ وہ کبھی کوئی لڑکا کام نہ کر رہا ہو۔ گھر پر وہ جب بھی ہوتا کسی نہ کسی کو کوئی نہ کوئی کام یاد آتا رہتا اور وہ وہاں بار اندر باہر کے پتھر کا کاروبار تھا۔ اب راجہ کی بھی یہی خواہش ہوتی تھی کہ وہ باہر ہی رہے۔ کم از کم باہر وہ اطمینان سے پڑھتا تو ہوگا۔

میٹرک کے امتحانات میں دو ٹاٹا غار نمبروں سے کامیاب ہوا تھا اسکول میں پہلی پانچ پوز بٹھار لینے والوں میں سے ایک وہ بھی تھا۔ راجہ کو ان کی منزل اور قریب تکنے لگی تھی۔ راجہ کے بھائیوں اور بھائیوں نے انھیں مبارکباد دی تھی لیکن بچے دل سے کیونکہ ان کے بھوں میں سے جنھوں نے میٹرک کا امتحان دیا تھا وہ بخیر حال ہی ہوئے تھے۔ پھر اسی شام ان کے بڑے بھائی نے ان سے پوچھا۔

ابھیو نے آگے کیا کرتا ہے

آگے کا کچھ میں اپنے بھتیجے لے گا۔ راجہ نے بے حد خوشی سے کہا تھا کیونکہ پہلی بار بھائی نے اپنی انجیلی سے ہیو کے بارے میں پوچھا تھا۔

کا کچھ میں اپنے بھتیجے نے کہہ دیا کہ اسے گلاب دیا تھا بڑا ہو چکا ہے کہ اپنے پیوں پر کھڑا ہو جائے اس کے گلاب میرے پاس بیکٹری آ جا یا کرے۔ میں نے کہا اتنے روپے تو میں اسے دے ہی دوں گا کہ وہ پتھر تو تیار خرابی اٹھ سکے۔

راجہ نے گھم سم ہو کر بھائی کو دیکھا تھا۔ ان کے لیے میں ایک گھپ سی چیز اری تھی۔ یہ وہی

تھی۔ وہ روپے خرچ کرنے کا کتنا شوقین تھا وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ جب سے اس اسکول میں آیا تھا تب سے روز پانچ دن روپے لے کر جاتا رہا تھا تب بھی اس نے کینٹین کے دور سے لے کر دو تیس روپے جاتا پھرا یہ کیا بات ہو گئی تھی۔ راجہ کو اپنی بے چارگی کا شہدے سے احساس ہو رہا تھا۔

آخر میں کس تک آتے آتے وہ بالکل بدل چکا تھا۔ اس میں پہلے والی کوئی بات نہ رہی تھی۔ اس کا قصہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ ماسٹروں کی ڈانٹ ڈپٹ کو وہ بڑی خاموشی سے سنتا تھا۔ اس نے بھی ممالیوں کی کسی بات کا برا نہ لگتا نہ ہی کبھی وضاحتیں پیش کرنے کی کوشش کی۔

اس کے چہرے کے نعوش بہت عام سے تھے اور نگت بھی ماسٹروں کی تھی۔ مور سے وہ تھا بھی دھڑپلا اور کسی نہ کسی بات پر وہ اپنے کزنز کے مذاق کا نشانہ بننا ہی رہتا تھا مگر اس نے کبھی پلٹ کر کسی کو جواب نہیں دیا۔ وہ بڑی خاموشی سے سب کی باتیں برداشت کر لیتا تھا۔ ماسوں کے گھر کی دوسری منزل پر موجود اسٹور کو اس نے اپنے گھر کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور سارا دن اپنے گھر سے کسی ہی گسٹو رہتا۔ پھر اچانک اس نے زیاہ وقت گھر سے باہر رہنا شروع کر دیا۔

ماں کے اشتہار پر اس نے کہہ دیا کہ وہ اپنے دوست کے ساتھ چڑھتا ہے۔ پھر جیسے گھر سے باہر رہتا اس کا معمول ہی بن گیا تھا۔ راجہ کو بیٹھ اس کی بات پر یقین آ جاتا کہ وہ دوست کے ساتھ چڑھتا ہے۔ کیونکہ گھر آنے کے بعد بھی وہ زیاہ وقت کتا میں لے کر ہی بیٹھا رہتا

وہاں کی بات پر بڑے عجیب انداز میں ہنسا تھا۔

ایں سارے خواب پرے نہیں ہوتے اور جب بتا چل جانے کو کوئی پوچھتا تو اس کا چھپا چھوڑ دینا چاہنے پر زندگی میں سکون کے لیے بہت ضروری ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا میں ڈاکٹر بنائیں چاہتا تھا۔ چاہتا تھا پائل چاہتا تھا لیکن جب میں نے آپ کو نہیں اور دوسرے اشرفا بات کے لیے دوسروں کی مصافحہ کر کے دیکھا تو میں نے اپنے داغ سے ایسے سارے خواب نکال دیئے۔

تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ یہ سب کیوں سوچتے ہو تم صرف اپنی تعلیم کے بارے میں سوچو اشرفا بات کی محرمات کرو۔

وہاں کے چرے پر نظریں گاڑے کھڑا تھا۔ ڈاکٹر بننے کے لیے لاکھوں روپے چاہیے کہیں سے لائیں گی آپ انکار دیتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو ڈاکٹر بن کر دکھا دوں گا۔ اس بار میں نے بڑے انٹلک لیے میں ماں سے کہا تھا۔

میں نے اس کی روپیہ چاہا ہے مجھے چاہیے بھائیوں کی شہنشاہی کیوں نہ کرنی پڑیں۔

ایں چار بھائیوں کی بات نہیں ہے۔ لاکھوں کا معاملہ ہے۔ آپ کیوں اس نلکا جی کا شکار ہیں کہ آپ کے بھائی آپ کو رو رو پیہ دے دیں گے۔ دو سوچ رہے ہیں کہیں

خرچہ کریں گے۔ اس سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ میں ان کی اپنی اولاد نہیں ہوں۔ آپ بھی یہ بات سمجھیں اور خدا کے لیے ان خواہشوں سے اجہ آ جائیں اور فرض کریں۔ میں ڈاکٹر

بھائی تو جو کسی زمانے میں کہتا تھا کہ میری کو ڈاکٹر بننا چاہیے کیونکہ خاندان میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ سدا بہی آ نکھیں ہنسا کر کہیں۔

نہیں بھائی جان ابھی اس نے پڑھائی کیا ہے۔ آئی کل خالی میٹرک کو کون پڑھتا ہے۔ ابھی تو اس نے آگے پڑھنا ہے۔ پھر اسے شوق بھی ہے۔ اگلے لکھے میں لپا ہوتی تھی۔ ان کا بھائی خاموش رہا تھا مگر میں نے جن نظروں سے دیکھا کہ وہ دیکھا کہ وہ جو کو بیٹاری بنا گئی تھی۔ بیٹے کی کامیابی کی ساری خوشی یک دم منقطع ہو گئی تھی۔ لیکن سچ معقول میں قیامت تو ان پر جب ٹوٹی تھی جب میرے بھی کالج میں داخلہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔

مجھے پڑھ کر غصہ نہ آیا ہے۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں۔

وہ بھوکا کی بات سن کر اپنے کانوں پر پتھر نہیں آتا تھا۔

میرے تم کیا کہہ رہے ہو ان کا لکھے میں بڑا کی شہنشاہی تھی۔

بابا ای میں اب پڑھنا نہیں چاہتا۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں آ غریب تک ہم دوسروں کا کھاتے دیں گے اس نے بھر پھلنے کی طرح اپنی بات دہرائی تھی۔

کیا کام کرے؟ میٹرک پاس کو کون ملازمت دیتا ہے اگر قصیں دوسروں کے ٹکڑوں پر چلنے کا اتنا ہی احساس ہے تو کچھ تو کر دیکھا۔ اسی لیے کہتی ہوں اپنی تعلیم جاری رکھو۔ ڈاکٹر بنو۔ تم نہیں جانتے تمہارے باپ کو کتنی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنانے کی۔ کتنے خواب دیکھے تھے انہوں نے تمہارے لیے۔



طرح چیرے کو ہاتھوں سے اٹھاپے روٹی دیتی ہیں۔

میرے ساتھ ایسا مت کریں ایسی کم از کم آپ تو ایسا نہ کریں، آپ کو کیا لگتا ہے۔ کیا مجھے تعلیم چھوڑ کر خوشی ہوگی۔ میرا دل جانتا ہے یہ فیصلہ میں نے کس طرح کیا ہے لیکن میں کیا کروں۔ میں آپ کی طرح آنکھیں بند کر کے نہیں چل سکتا۔ یہ گھر یہ لوگ آپ مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ میں یہاں سے نکلتا چاہتی ہوں۔ میں آپ ان کا کوئی احسان نہیں لے رہا چاہتا ہی مجھے اپنے وجود سے گھن آتی ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے کوئی آتما میں جسے یہ لوگ دودھ کی روٹی دیتے ہیں۔ آپ کیوں آتی تھیں یہاں؟ آخر کیوں آتی تھیں ان لوگوں کے پاس۔ میرا آپ ہی مرا تھا دنیا تو ختم نہیں ہوئی تھی۔ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ آپ کہیں محنت مزدوری کر لیتیں۔ کہیں برتن دھو لیتیں۔ کسی گھر میں کام کر لیتیں مگر مجھے یہاں کبھی نہ لائیں۔

وہ پہلی بار میرے کو اس طرح جلتا دیکھ رہی تھیں۔ اس کے منہ کو کچھ کر دوا پینا دونا بھول گئیں تھیں۔ انہوں نے میرے کو آسان نہیں دینے کے لیے اپنے بھائیوں کے در پر آنا پسند کیا تھا اور آج وی جیٹا اس آرام و آسائش سے غرت کر رہا تھا۔

ایسی دیکھیں میرے ہاتھوں کو دیکھیں۔ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ یہ ایک مزدور کے ہاتھ ہیں۔ پچھلے تین سالوں کے کام کر رہا ہوں اور اب محنت کے علاوہ مجھے کچھ سوت نہیں کرے گا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے سامنے بھلائے کہہ رہا تھا۔ راہبر جراتی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

میں بھی جاؤں جب بھی کیا ہوگا۔ پہلے ہا اس جانب کے لیے سٹارٹیں ڈھونڈوں گا پھر جانب کے لئے اور اگر بغیر سٹارٹ کے جاہل بھی جائے تو اس سے کیا ہوگا۔ وہ چار پانچ ہزار روپے میں کیا کر دے گا۔ نہیں دہی جو مجھے چاہئے وہ چار پانچ ہزار روپے سے بہت زیادہ ہے۔ میرے ڈاکٹر پٹنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

راہبر جراتی کا ہاتھ بتی ہوئی اسے دیکھے جا رہی تھیں۔ انہیں لگا تھا سات سال پہلے والا میرا ہاتھ آگیا تھا۔ منہ کرنے والا کسی کی نہ سننے والا۔ اس کے لہجے میں اتنی ہی قطعیت تھی۔ وہ اپنے لہجے سے کسی طور بھی چند روزہ سال لڑکا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر انہیں جو تنہا کی نظر آتی تھی۔ وہ تو انہوں نے کبھی کسی ملازم کو اسے آدھی کے چہرے پر بھی نہیں دیکھی تھی۔ راہبر کو سہتا تھا رونا آج۔

جسمیں تعلیم دلوانے کے لیے ہی تو میں یہ سارا مذاپ سہ رہی ہوں اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو کون تم بھی میرے ساتھ دوسروں والا سٹوک کرو گے تو میں بھی اسی وقت خودکشی کر لیتی جب تمہارا آپ مرا تھا۔

وہ کہتے کہتے رونے لگی تھیں۔ وہ ماں کی آنکھوں میں فی دیکھ کر بے چینی ہو گیا۔ بے اختیار وہ ماں کے پاس آیا اور ان کے ہاتھ چیرے سے بٹھانے لگا۔

دہی بھری طرف دیکھیں۔ پلیز بھری طرف دیکھیں۔ اس کی آواز میں اتنی تھجائی۔ کیا دیکھوں۔ میں تمہاری طرف کیا دیکھوں۔ جسمیں دیکھ کر مجھے کیا مل جائے گا؟ وہ اسی

نہیں رہی تھی۔ پہلے وہ اس لئے گھر کے کاموں میں جتنی راتیں تھیں کیونکہ انہیں صبر کے اظہارات کے لیے روپوں کی ضرورت تھی جتنی اور یہ روپے وہ ان سے لیتی تھیں لیکن اب یک دم انہیں روپے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ صبر اپنا سارا خرچ خود اٹھاتا تھا اور انہیں بھی ہر ماہ اپنے روپے دے دیتا تھا کہ انہیں کسی دوسرے سے روپے مانگنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

انہوں نے صرف ایک بار اپنے ہاتھوں سے روپے لینے سے انکار کیا تھا اور ان کے ہاتھوں نے وہ بارہ سو روپے منگوائے تھے انہیں روپے لینے کے لیے نہیں کہا تھا۔ شاید وہ بھی اس قدر داری سے جلد از جلد جان چھڑانا چاہتے تھے اور اب آہستہ آہستہ انہیں سمجھ گئے کہ ان کا یہ مردانہ امر اور حق میں ان سے کم ہی کسی مگر بہر حال جڑات کی آنکھ سے دیکھتے والی عورت نہیں تھا۔ اب انہیں احساس ہونے لگا تھا کہ جو بھائی پر ماہانہ ہزار روپے انہیں دیتے دیتے تھے آگئے تھے، وہ انہیں اس کی مکمل بنی کی تعلیم کے اظہارات کے لیے انہوں کو روپے کہاں سے دیتے۔

انہیں صبر کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کب گھر جاتا ہے اور کب نہیں۔ اکثر وہ رات کے گیارہ بجے آتا اور جب ماموں اس کو گھڑ کئے تو وہ فوراً نام کہہ دیتا۔ اب وہ کھانا بھی وہاں سے نہیں کھاتا تھا، اگر کبھی چھٹی کا دن ہوتا ہے تھی وہ اپنا کھانا باہر سے ہی لے کر آتا اور ماں کو کچھ ساتھ بٹھا لیتا۔ پھر آہستہ آہستہ باہر کی سب کچھ لے کر اپنے کی کمانی ٹھونڈی کسی مگر پوری طرح ان کی تھی، انہیں اس روپے کو طرح کرتے ہوئے سوچنا نہیں پڑتا تھا۔ انہیں اس

صبر تمام کام کرتے ہوئے راہ نے یہ چینی سے اس سے پوچھا۔

ہاں صبر کے لہجے میں ایک جھب سا غصہ تھا جس نے کام اس وقت شروع کیا تھا جب میں آٹھویں کلاس میں تھا۔ میرے دوست کے باپ کی لیدر کی کھانسی کی ٹیکسٹری ہے وہاں میں نے لیدر کھانسی کی کھانسی اور ملائی تھیں۔ میں آپ سے کہتا تھا کہ میں اپنے دوست کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ میں پڑھتا نہیں تھا میں یہ کام سیکھنے چاہتا تھا اور اب تو میں پڑھتا ہوں۔ تم کام کر کے ہزار روپے بڑا کرنا لیتا ہوں اور امی مجھے سب کچھ کرتا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ میرے لئے اب آپ کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے نہیں پڑیں گے۔

اس نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ ان کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔

میں کوئی خلا کام نہیں کر رہا تھا آپ اس طرح رو رہی ہیں۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ میں اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل ہو گیا ہوں۔ مجھے ابھی آپ کے لیے بہت کچھ کرنا ہے اگر آپ اس طرح میرے سامنے میں ویار یہ کھڑی کریں گی تو میں کیا کروں گا۔

صبر جیسے منت کر رہا تھا۔ وہ جہاں کھڑے تھے وہاں نہیں رہی تھی۔

نہیک ہے۔ تم جیسے چاہتے ہو یہی ہادی کرو۔

یہ واحد جملہ تھا جو راہ کے منہ سے نکلا تھا اور پھر وہ کمرے سے نکل گئیں۔ راہ کے دل میں جیسے جوار بھاگتا تھا اور آج ان کے سارے خوابوں کے پتہ چرہ ہونے کا دن تھا۔

جیسے ہی چلی تھی جو راہ پر جاری ہوئی تھی۔ اب انہیں گھر کے کاموں میں دلچسپی

تھیں کہ وہ جتنا ہو کر ان سے ہانک لاپرواہ ہے اور انہوں نے اسے سالوں سے اٹھسا اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

سال گزرنے کے بعد وہ جس خاموشی سے باہر گیا تھا اسی خاموشی سے وہ واپس آ گیا تھا ایک بار پھر وہ پہلے کی طرح اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ پہلے کی نسبت زیادہ مطمئن اور خوش نظر آتا تھا۔

ای گھنٹہ آپ سے ایک بات کرنی ہے

اس دن وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔

جہاں میں کام کرتا ہوں وہ جگہ یہاں سے بہت دور ہے۔ آنے جانے میں مجھے بہت پیسہ خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ ہیں قریب کوئی گھر لیں اور آپ کو بھی وہیں لے جاؤں۔ اس طرح مجھے اتنی دور نہیں آنا پڑے گا اور پھر مجھے گھری سہولت بھی ہوجائے گی اس نے اس سے کہا تھا۔

تھیں میسر میں اسی وہاں کیسے جا سکتی ہوں۔ تمہیں معلوم ہی ہے تہبائی نانی کی طبیعت اکثر غراب رشتی ہے۔ ان کا خیال میں ہی رشتی ہوں اور اگر میں چلی گی تو ان کی دلچسپی ہمارا کون کرے گا اور ویسے بھی تم تو کام پر تلے جاؤ گے بھر میں پیچھے سارا دن کیا کروں گی ای ہم نانی کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔

تمہارے ساموں پر کبھی گولہ نہیں کریں گے کہ ای میرے ساتھ ہیں۔

سے یہ بھی نہیں کہتا پڑتا تھا کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔ وہ خود ہی ان کے لیے اکثر کچھ نہ کچھ لایا کرتا تھا۔ کبھی کبھار کچھ بھی کھانے کے لیے لے جاتا تھا۔ اب ایسا نہیں کر پاتی تھیں۔ وہ پھر کیا کرتا تھا۔ وہ مکمل طور پر نہیں جانتی تھیں مگر دماغ ضرور کرتی رہتی تھیں کہ وہ کسی بری صورت کا شکار نہ ہو۔

چار سال اسی طرح گزر گئے تھے۔ میسر نے پراعت طور پر گریبیشن بھی کر لیا تھا۔

پھر ایک دن وہ ان کے پاس آیا۔

ای میری فیکٹری کے مالک مجھے ایک کورس کے لیے کوریا بھیجنا چاہتے ہیں۔

میں جانتا ہوں آپ یہ بات کسی سے نہ کہیں بس سب سے یہ کہہ دیں کہ میں کسی کورس کے لیے کراچی گیا ہوں۔

راجو نے بغیر کسی تردد کے اس کی بات مان لی تھی۔ پھر وہ گھر آیا چلا گیا۔ وہ انہیں خط لکھ کر لکھتا تھا۔ آکٹوفون پر بات کرتا تھا۔ جب پوچھا کہ وہ گھر نہیں آتی کہ عیدوں پر بھی تو ان کے بھائیوں نے کافی شک و شبہات کا اظہار کیا تھا کہ شاید وہ کسی غلط صحبت میں پڑ گیا ہو اور پتہ نہیں وہ واقعی کراچی کورس کرتے گیا ہے یا نہیں۔ انہوں نے راجو سے اس کا کراچی کا پتہ پوچھا اور فیکٹری کا پتہ پوچھنے کی کوشش کی تھی جہاں وہ کام کرتا تھا مگر راجو کو دلوں سے ان کا پتہ نہیں تھا۔ ان کے بھائیوں نے چند دن تک میسر کے بارے میں تھوٹوٹا لکھا کہ کیا تھا مگر کچھ نہ کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر اسے بھول گئے تھے۔ مگر راجو کی بھاریس انہیں یہ جتنا کبھی نہیں بھولتی

وہاں کی بات پر غفلت سے انہیں دیکھنے لگا۔

وہی دیکھیں مجھ سے روز روز یہاں نہیں آیا جاتا۔ کرائے پر بہت سے روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ پھر میں رات کو دوسرے آجیوں کو ماموں بھی معروض کرتے ہیں۔ کل انہیں نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ اگر گھر بھی دیر ہو جایا کرے تو میں گھر آنے کے بجائے وہیں چھوڑی میں رک جاتا کروں۔ کیونکہ صبح دوسرے گھر آنے پر دوسرے لوگوں پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ دو کافی بے چارے تھے۔

میرے تمام اہل گھر کو نو فٹلے میں دو تین پار مجھ سے ملنے آیا کیا کرو۔ اس طرح جسمیں بہت رکتی ہے۔

مجھ نے کچھ جراتی سے راجہ کو دیکھا تھا۔

یعنی اسی آپ میرے ساتھ نہیں جائیں گی۔ پتا نہیں کیوں مجھ کو اس بات سے تکلیف پہنچی تھی۔

دیکھو میرے میں تہہ ہار یعنی کونہیں چھوڑ سکتی۔ اتنے عرصے سے انہوں نے ہمارا خیال رکھا ہوا تھا اب ضرورت کے وقت میں انہیں کیسے چھوڑ دوں پھر مجھے ساری زندگی تہہ ہار سے ساتھ ہی تو رہتا ہے۔

انہوں نے بڑے نرم لہجے میں سے بھجایا تھا وہ بڑے ٹھنڈے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

نہیک ہے اہی لیکن آپ آپ ذہنی طور پر پکھر چھوڑنے کی تیاری کر لیں۔ آپ میں اتنا کما

لیتا ہوں کہ ہم دونوں الگ رہ سکیں۔

اس نے بڑے متحکم لہجے میں کہا تھا۔ راجہ یکے تک اسے دیکھتی رہیں۔ آج کوئی بار انہیں نے اس کا چہرہ دانتے غور سے دیکھا تھا وہ بہت خوبصورت نہیں تھا لیکن دراز قد اور سوندلی جسم نے اسے بے حد پر کشش بنا دیا تھا۔ انہیں وہ بالکل ناگہانی طرح لگا وہ بھی اس کی طرح دراز قد تھے اور انگوٹھ کے ہتھار سے بھی وہ ناگہان سے ملتا تھا۔ وہی گھڑی رنگ جس کی ہڈی وہ بچپن میں اپنے کزن کے قتل کا نشانہ بن چکا تھا۔ وہ ایکس سال کا تھا لیکن اپنے قد و قامت سے اپنی عمر سے بڑا لگا رہا تھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں اس کی فکر تھاری۔ جوان اور سعادتمند دنیا کسی فحش اور کیسا سہارا ہوتا ہے۔ پتا نہیں آج پتا چلا تھا۔ انہیں اچانک یوں لگنے لگا تھا جیسے وہ اب کسی کی لٹائی نہیں رہیں۔ اب وہ جب پائیں اس گھر کو چھوڑ سکتی تھیں۔

مجھ کو دوسرے دن اپنا سامان لے گیا تھا اس نے انہیں بتایا تھا کہ ابھی وہ چھوڑی میں ہی رہے گا کیونکہ اس طرح اسے زیادہ آسانی ہو جائے گی۔ جاتے ہوئے وہ راجہ کے ساتھ اپنے ماموں کے پاس گیا تھا۔ جنہوں نے اس بات کا اقلہا نوٹس نہیں لیا کہ وہ کہاں اور کیوں جا رہا ہے۔ ہاں انہوں نے یہ ضرور کہا تھا کہ اب اسے اپنا گھر ہانکنا چاہئے جہاں اپنی ماں کو رکھ سکے۔ راجہ کو بیٹے کے سامنے بھائی کی اس بات پر بڑی کجانت حوصلی تھی مگر مجھ نے ماموں کی بات پر یہی کہہ کر بڑی فربہ روادی سے سر ہٹا دیا تھا۔

دن آدھا آدھا گزر رہے تھے۔ میرا اب چپ بھی ان سے ملنے آتا تو بہت قہر ہی دیر

راہ جو نے ماں کو شام کی نظروں سے دیکھا۔

توصلہ رکھو، جو میں تمہارے بھائی سے بات کروں گی۔

ان کی اہمی نے جس طرح انھیں تسلی دی تھی اس سے ساقطِ خارِ حق کو دو غلوں بھی اس  
 رشتے کے بارے میں کچھ یاد پڑا۔ یہیں انھیں جو بھیے سے بات کرنے کی کوشش  
 نہیں کرنی پڑی۔ تمام ہوتے ہی وہ اُردو جاتے تو نے اپنی بیوی کے

ساتھ ان کے کمرے میں آ گئے تھے۔ نہ صرف دو بلکہ رابعہ کے دوسرے دونوں بھائی بھی آ گئے تھے۔ انہوں نے رابعہ کے سلام کا جواب دے بغیر کمرے میں داخل ہوئے۔

کون سے درختے اور فہستہ کی بات کی تھی تم نے؟ لیکن تم نے انہیں نے اپنی بیوی کا نام

بھائی جان! آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔

ان کے بھائی نے ان کی بات کا توجہ دیکھ کر جو کہ قتلہ کہا تھا، دیکھا جس کی قسم اپنے بیٹے کو کس طرح ہر شے کے لئے پیش کر دی ہو وہ۔ یہ سچا بیٹا نہ ہو کسی بھی بات میں میری بیٹی کے برابر ہے۔ اس کی تعلیم دیکھو اور میری اہل اسے پاس لینی خود دیکھو وہ چار پانچ ہزار کانے والا کارنگر ہے اور میری جگہری میں ایسے چالیس کارنگر کام کرتے ہیں۔ دو چھٹی رقم ہر مہینے کا تا ہے میں اتنی رقم ہر ماہ اپنی بیٹی کو خرچ کرنے کے لئے دیتا ہوں۔ باقی باتوں کو تم چھوڑو۔ تم کل دیکھو اپنے بیٹے کی۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ میری بیٹی کے ساتھ کبھی گھر آئے ہو تو تم مجھے نہیں یاد دلانا

کے لئے دستاویز تیار کیا۔ وہ تقریباً روز انیس فون ضرور کرتا تھا۔ دہلیہ کو اس کی کمی تو محسوس ہوتی تھی مگر وہ سچی کر خود کو تسلیم سے لیتی تھیں کہ بہر حال وہ خوش تو ہے۔

پھر انہیں بولوں ان کے پھوٹے بھائی کی بیٹی سعدہ کی بات طے کر دیتی تھی۔ انہیں اس بات کا تپ چاڑھ اب ان کی بھانجی نے اپنی ماس کلاں پارے میں اطلاع دی تھی۔ راجہ بھی اس وقت ماں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ جیسے بھونچکا رہ گئی تھیں۔ بھائیوں کی قیام ہے اٹھاتی ہے باوجود انہیں چاہتیں یہ بچپن کیوں تھا کہ وہ سعدہ کی شادی میسر سے ہی کریں گے کیونکہ میسر کے ساتھ بچپن سے ہی اس کی تربت طے تھی۔ مگر ایک بار پھر ان کی امیدیں ناپاک ثابت ہوئی تھیں۔

لیکن بھانگی سہ یہ کی نسبت تو بھین سے سی حیز سے طے ہے۔ آپ اس کا رشتہ کہیں اور کہے کر کھتی ہیں حیز سے اس کی نسبت آپ لوگوں کے اصرار پر ہی طے ہوئی تھی۔

والہو! حاضراتِ نبویہؐ نے جو بھی نظر ملے انہیں گھورا اور کہا۔ کون سی نسبت اور کہاں کی نسبت وہ نسبت ملے کرنے والے بھی تمہارے بھائی تھے اور یہ نسبت ملے کرنے والے بھی تمہارے بھائی ہیں۔ تمہیں جو بھی کہتا ہے، وہ سن سے کچھ گھرا ایک بات ذہن میں رکھنا۔ بعد سے کبھی بھی تمہاری ہوسنتی، بن سکتی۔ میں اپنی بیٹی کو کون کون میں نہیں دیکھ سکتی۔

تسہارا بیٹا سٹکیا

وہ کہتے ہوئے چڑی سے اٹھ کر کمرے سے نکل آتے ہیں۔

رہی ہو۔ امارے ٹھکانوں پر مل کر جوان ہونے والے کو کیا ہم ساری عمر اپنے سر پر مسئلہ رکھیں۔

باتیں نہیں سن کر تھے جو وہ پارٹی پارٹی راجہ کے دل میں گارتے جا رہے تھے۔

میرا ہونے والا ولید اسٹنٹ کشتی ہے اور تمہارا مینا تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ کہیں جزایں بھرتی ہو سکے۔

بھائی چاہن میں نے سجدہ کا رشتہ نہیں مانا تھا۔ آپ نے خود اس کا رشتہ دیا تھا جو باتیں آپ آج کہہ رہے ہیں وہ آپ کو پہلے سوچنی چاہئے تھیں۔ راہد نے بھرائی ہوئی آواز میں ان سے کہا۔

ہر لپٹائی اور انکار کا ایسا ہی چا چتا ہے۔ اس وقت مجھے لگتا تھا کہ تمہارے سینے سے جاہد کر  
 رہی تھی کہ مستقبل محفوظ ہو جائے کہ لیکن تم تو اپنی اس لگنیں کر اپنا مستقبل محفوظ نہیں رکھ سکتی۔  
 میری بیٹی کا کیا کھیتیں۔ جو کہ تمہارے پاس تھا تم نے شوہر پر خرچ کر دیا۔ یہ جاننے کے بھی  
 کہ اس کا مرض الطاعج ہو چکا ہے۔ قصیں اتنی میں نہیں جتنی کہ کہنے کے لئے ہی کہہ رہا تھا جس  
 آج اس کے کام آتا لیکن تم نے تو سب کہہ دیا صرف خرچ کرنا اور قصیں اس کا کیا فائدہ ہوا۔

ہاں کا بھائی قمیض مٹل سکھا، ہر تھاکہ ۵۵ روپے بچا تھیں اور شہر کو ہرنے اور ۵۵ روپے سے بیع کرنے میں ان کو کوئی رول نہیں تھا، راجہ کا دل چاہا کہ وہ ان سے چھپس کیا کہی سکتی وہ بی بی جی کو دینا چاہتہ کریں گے۔ مگر انہوں نے صرف اٹاکہ تھا۔

ٹھیک سے بھائی جان مجھ سے لٹھی ہو گئی کہ میں سہ پہر کا ذکر لے بیٹھی۔ آپ سے بھر

اس کا برا بھلا کون سوچ سکتا ہے۔

وجہ یہ کہ کمرے سے نکل آئی تھی۔ کسی دوسرے بھائی بھابھی نے ان کی حمایت میں ایک فٹنٹس کہا تھا۔ ننگے فٹنٹس سے جو تھوڑی بہت انیسے تھی وہ بھی اس دن انیس فٹنٹس ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ اسی لئے آج جب تین دن بعد میزبان سے ملنے آیا تھا تو انہوں نے اسے گھر حوالہ کرنے کے لئے کہا تھا۔

لیکن اہی آخر بات کیا ہے۔ پہلے تو بالکل اظہار کر رہی تھیں اور اب معجزہ کوماں کی رشامندی رجحان بنی ہوئی تھی۔

جئے کے نرم لہجے پر خود پر ضبط کرتے ہوئے بھی ان کا تکی بھرا آیا۔

سہ یہ کی مشکلی ہو گئی ہے۔ انہوں نے جنگلی آنکھوں سے اسے بتایا۔

تو اس میں رونے والی کیا بات ہے ماں کے آنسو اس کی کجھ سے باہر تھے اور راجہ کے لئے اس کا رویہ ایک لمحہ کونجھی ایسا نہیں لگا تو جیسے اسے کوئی ملال ہو۔

کیا سہیہ کی مقفی ہونے پر میرے لئے رونے والی کوئی بات نہیں ہے، ہاں نے شاک کی لکے جس اس سے بچ گیا۔

ہاں امی آپ کے لئے رو نے والی اس میں کیا بات ہے۔ آخر اس کی شادی تو اس کے  
 ماں باپ نے کرنی تھی پھر خدا ان میں ابھی اور بھی لڑائیاں ہیں۔ کیا آپ سب کی عقلی پر  
 اس طرح روئیں گی

سعد یہ کوئی دھرمی لڑکی نہیں ہے۔ وہ بچپن سے تم سے منسوب تھی بھرا ب۔  
ایک بار بھرا ب کے آنسو چٹک چکے تھے۔

وہ بے اختیار ایک طویل سانس لے کر رو گیا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ ماں کی افسردگی کا سبب کیا تھا۔ اس کے ذہن میں کہیں دور دور تک بھی سعد پہ پورا اپنی نسبت کا خیال نہیں تھا۔ کیونکہ اس نے سعد پہ کوئی بھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ بلاشبہ وہ اس خاندان کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی اور اسے اس خوبصورتی کا احساس بھی تھا وہاں کرمان حالات کا فکارتہ ہوتا تو شاید وہ بھی بری طرح۔ سعد پہ سے عشق میں گرفتار ہونا لیکن ہوش سنبھالنے ہی اس نے اپنے ساتھ سعد پہ کا جو بچک آئینہ سونک دیکھا تھا اس نے عمیر کو کسی خوش تھی میں چلا ہونے نہیں دیا تھا۔ اب اسے ماں کے رونے پر فحشی آ رہی تھی۔ شاید وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ اسے اس نسبت کے لئے کتنے کاسن کر بہت دکھ ہوگا۔ اس نے بڑے بڑے سارے ماں کے دلوں ہاتھ پکڑے۔

اکی اگر اس کی حقیقی ہو گئی ہے تو یہ بہت اچھا ہوا ہے۔ آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ماں جو مجھ سے اس کی شادی کر دیں گے۔ میں نے ابھی اس کے بارے میں نہیں سوچا اور ویسے بھی میں اس سے قائل نہیں ہوں۔ اس کے والدین سب ماں باپ کی طرح اپنی بیٹی کو خوش دیکھنا چاہتے تھے اور بچپن سے خوشی و ہمت سے وابستہ ہوتی ہے اور میرے پاس دولت ہی نہیں ہے اور نہ ہی ابھی آنے کی امید ہے۔ بھرا ب کو اس میں سعد یہ کی زندگی برباد کریں۔ انہوں نے جو کچھ کیا، بالکل ٹھیک کیا ہے۔ آپ فرمائے اور اچھی چھوٹی

کی بات کو دل پر نہ لگائیں۔

اس نے بڑی نرمی سے انہیں سمجھا دیا تھا۔

کیا ٹھیک کیا انہوں نے دھوکا دیا ہے۔ وہ دھوکا ہی کی ہے میں جانتی اگر تاسر زندہ ہوتے تو وہ یہ سب کیسے کرتے۔ اسی لئے میں تم سے کتنی تھی کہ تعلیم نہ چھوڑ دو۔ پرنسہ کبھی نہ جانتا کہ دولت میں نہ کسی تعلیم میں تو تم اس کے برابر ہوتے پھر کوئی تمہیں اس طرح رو نہ کرنا۔  
انہیں اب اس پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ سر جھکا کر بڑے اطمینان سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

تم نے سعد پہ کے بارے میں کچھ سوچا ہو یا نہ سوچا ہو۔ میں نے تو ہمیشہ ہی اسے اپنی بہو سمجھا ہے۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے میں تم دونوں کے لئے۔  
وہ ایک بار پھر بات افسردہ چھوڑ کر رونے لگی۔

اب آپ اس کریں۔ جانے دیں اس بات کو۔ مجھے کوئی دکھ نہیں۔ کوئی افسوس نہیں ہے تو آپ کو کیوں ہے اور صاف بات تو یہ ہے کہ ابا اگر زندہ ہوتے اور میرے پاس بے تحاشہ دولت ہوتی تو میں جب بھی کبھی اس سے شادی نہیں کرتا۔ چاہے آپ نے نسبت کے بھانے نکال دی کیوں نہ کیا ہوتا۔ وہ ڈاکڑوں میں پلٹی ہے اسے اپنے حسن اور دولت پر بہت غرور ہے اور اسی میں بہت سادہ بندہ ہوں۔ زندگی کو بہت آرام اور سکون ہے گزرا ہوا چاہتا ہوں۔ بچی خوبصورت چاہے ہو یا نہ ہو لیکن اس کی فطرت ضرور اچھی ہو۔ وہ کم از کم میری عزت ضرور





چیر۔ پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ واپس بڑے ماموں کی طرف آ کر اس نے ہاں کی ہچیرے گاڑی میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ بھروسہ نہیں لے کر باہر آ گیا تھا۔

میمی یہ کس کی گاڑی ہے؟ رابو نے تھوڑے عرصے فانی سے اس سے پوچھا تھا۔ اسی مہری نہیں ہے، کسی دوست کی ہے۔ اس لیے ابا ہوں تاکہ آپ کو آسانی رہے۔ رابو کا اس کے جواب سے تسلی نہیں ہوئی تھی۔

ابا کون سا دوست ہے تمہارا جس نے اپنی گاڑی تمہیں دے دی ہے۔ ہے اسی ایک۔ آپ کو ملو گاں گاں سے۔

گاڑی سٹارت کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

تم نے ڈرائیونگ کب سیکھی ہے؟ رابو ایک بار پھر حیران ہوئی تھی۔

میں نے تو پتا نہیں کیا کیا سیکھ لیا ہے؟ آپ کو کیا پتا؟ اس کا بچہ بھد بچہ تھا۔

پھر عوام راستہ وہ ناموش رہا تھا۔ رابو کے ذہن میں بھائی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ میموی یہ تو مکمل فٹنس اس وقت پہناؤ تکلیف پہنچا رہی تھی۔ وہ بار بار اس کے چیرے پر کھنکھاتاں کرنے کی لئے غور و خفا رہیں۔ مگر وہ بے کار چیرے کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جس گھر میں وہ انہیں لے کر آیا تھا، اسے دیکھ کر رابو کھول اٹھنے لگے تھے۔ پورج میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد اس نے پیچھے ہٹ کر رابو کی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ رابو نے پیچھے اترے بغیر اس سے پوچھا۔

خیر واد آج کے بعد تم نے مجھے کسی رشتے سے بچا رہا۔ تمہیں اور تمہاری ماں کو ترس کھا کر رکھا تھا اور تم آستین کے سارے گلے۔ اسی جرات کیسے ہوئی تمہاری کہ مہری بیٹی سے شادی کے خواب دیکھو۔ تم ہو کیا اوقات کیا ہے تمہاری میموی کے ذہن میں سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے ماموں پر ہی طرح گہن رہے تھے۔ ان کی بلند آواز سن کر ان کے بیوی بچے بھی لاؤنج میں آ گئے۔ میموی کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور اس میں نہ جائے۔

ماموں میں بھائی کو رشتے کے لئے آپ۔ اس نے وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی

مگر چھوٹے ماموں اس وقت غصے سے پاگل ہو رہے تھے۔ انہوں نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔ یہ غریب کسی اور کو دیتا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری ماں تمہاری مرضی کے بغیر رشتہ کی بات کرے۔ تم نے سوچا ہو گا کہ میموی نے کاسب سے آسان طریقہ سیکھ لیا ہے، اسی طرح ساری مرضی مہری کی چوکت پر پڑے۔ ڈراپنے آپ کو دیکھو۔ ہو کیا تم؟ بھکاری جو سب کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اندر سے کپڑے مین کرتے ہو کہ لوہا بن گئے ہو جسے میں شوق سے اپنی بیوی سے دوں گا اگر تمہاری بیوی ہو تو اپنی ماں کو لے کر جاؤ۔ اسے اپنے پلے سے نکلاؤ۔

میموی کو سکتا سا ہو گیا تھا۔ یہی حال رابو کا تھا۔ ڈسٹ کا دوا حساس جو تکلیف سے اسے تھیرے ہوئے قرب اپنی اہلیہ کو پہنچا گیا تھا۔ اس نے خاموشی سے ان کی باتیں اور ٹھٹھے سنے تھے اور پھر کچھ کہے بغیر وہاں سے نکل آیا تھا۔ رابو کی آنکھیں جھٹکی ہوئی تھیں کہ میموی کے

دیا ہے۔ گاڑی دے دی ہے۔ آخر مجھے بھی تو پتا چلے۔ راجہ کو اس کی بات پر اعتبار نہیں آتا تھا۔

امی کیا آپ کچھ ری جی کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ اس نے غریب سے لہجے میں ماں سے پوچھا۔

نہیں۔ مجھے قہاری باتوں پر بالکل یقین نہیں آ رہا۔

راجہ نے بالکل کھرے انداز میں کہہ دیا۔ عمو نے ایک گہری سانس لی۔ ایک بجی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔

ای دو ابھی کچھ دیر بعد یہاں آئے گا پھر آپ کو میری باتوں کا یقین آ جائے گا۔

میں والدہ کی لکھنؤ میں کام کرتا ہوں اور بہت عرصے سے گرہا ہوں اس کے پاس میں نے کام سیکھا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا جب میں اسکول میں تھا تو اکثر والدہ کا ذکر کرتا تھا۔ یہ وہی ہے۔

اس بار اس نے گھٹیا راجہ کو بتا دیا تھا۔ راجہ ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئی تھی اب اس کا آگیا تھا کہ اس کا دلہن امی ایک دوست ضرور اسکول میں تھی۔

آخر یاد دہانی کے بعد والدہ آگیا۔ وہ اتنے ہی ان سے اس طرح ملنا جیسے پہلی بار میں جبکہ اکثر ان سے مل رہا ہوں۔ شام کا کھانا بھی اس نے دیا تھا اور جب واپس گیا تو راجہ کافی مطمئن ہو چکی تھی۔ وہ نہ صرف چہرے سے بلکہ باتوں سے بھی سلجھنا ہوا لگا تھا۔ جانتے ہوئے

یہ کس کا گھر ہے؟

وہ بڑی ہلکی سی ہنسی بڑھاتا۔ گھر انہیں مت امی میرا نہیں ہے۔ آپ پہلے مجھے تو اترو۔ پھر آپ کمرے پر کچھ بتا دوں گا۔

اس نے ملازم کو پانی دیتے ہوئے راجہ سے کہا تھا جو اس عرصے میں گاڑی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ملازم نے ڈکی سے سامان اتارنا شروع کر دیا۔

آگیا وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ راجہ نے کچھ پریشانی کے عالم میں اس کی پیروی کی تھی۔

یہ چاروں اطراف سے وسیع لان میں گھرا ہوا ایک چھوٹا لیکن خوبصورت بنگہ تھا۔ وہ انہیں لے کر سیڑھاؤ پر کی منزل پر گیا تھا اور جڑیوں پر چڑھ کر گردے درمیان داخل ہوتے ہی اس نے پہلے کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ایک چھوٹا گروہ لی فرشتہ روم راجہ کی نظروں کے سامنے تھا۔

میرے یہ کس کا گھر ہے۔ دیکھو مجھے یہ بتانا جھوٹا مت بولنا۔

راجہ نے کمرے کے اندر جانے کی بجائے اس سے پوچھا تھا۔

اسی یہ میرے دوست کا گھر ہے۔ میں یہاں عارضی طور پر رہتا ہوں۔ اس نے کچھ دیر دہائی سے کہا تھا۔

ہمارا کون سا دوست بن گیا ہے تمہارا میں نے نہیں رہنے کے لیے یہ گھر دے

اس نے میو سے کہا تھا کہ وہ راجہ کو لے کر اس کے گھر آئے تاکہ وہ اس کی امی سے مل سکیں۔  
میو نے ہائی بھائی تھی۔

چند دن بعد جب راجہ ولید کی امی سے ملی تھیں ان کے ہاتھ باندھ رکھے گئے تھے۔ وہ بھی امی گرم جوش سے شہسپہ ولید کا تھا۔ میو کے روپے سے لگ رہا تھا جیسے وہاں اس کا بہت آنا جانا ہو کیونکہ وہ بڑی خوشگلی سے وہاں چل پھر رہا تھا۔  
راجہ اب بالکل مطمئن ہو چکی تھیں۔

میو اور ولید کی دوستی فوراً تھوڑا سا گرم ہوئی تھی۔ دونوں میں جتنا بھی مشترک نہیں تھا۔  
ولید گلاس کا سب سے قابل ستون تھا اور میو دوسرا درجے کا تھا لیکن جو چیز انہیں پاس لے آئی تھی وہ اسپورٹس کا شوق تھا۔ اسپورٹس کے بارے میں میو کی معلومات ذرا درست تھیں اور دوسری چیز جس نے ولید کو میو کا گروہ بنایا تھا وہ میو کی انگلیں تھیں۔ وہ مسئلہ میں سرینک اسکول میں پڑھتا تھا، امی لیے دو روزنی خوبصورت اور وہاں انگلیں اور عربی ہاتھ تھا۔ میو کی طرف دوستی کا ہاتھ ولید نے بڑا چاہا تھا پھر ولید کے ساتھ رہے۔ یہ ہوا کہ میو کی چڑھائی میں دلچسپی بڑھ گئی۔ ناصری وفات کے بعد جب اس کے حالات پرانا شروع ہوئے تو اس میں تبدیلیاں آنے لگیں اور اس نے ساتھ سے بھی الگ ہونے کی کوشش کی کیونکہ وہ دلو کو ولید کے ساتھ نہیں کٹر محسوس کرتا تھا۔ ولید کو شروع میں اس کے ویسے ہی وجہ تھیں آئی تھی لیکن پھر اس نے ایک دن اسے پکار کر بڑبڑاتی اس سے پوچھا شروع کرو یا انہوں اس کے پوچھنے پر میو

یک دم رونے لگا تھا۔ پھر اس نے ولید کو آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دیا۔

ولید عمر میں اس سے ایک دو سال بڑا تھا اور بہت سمجھ دار بھی اس نے میو کو جتنے بغیر اس طرح اپنی سرگرمیوں میں لگا دیا کہ شروع کر دیا جس طرح وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ ان کی دوستی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور اس میں بڑا چھوٹا ولید کا تھا۔ پھر جب میو آٹھویں کلاس میں پہنچا تو اس نے ولید سے کہا کہ وہ اپنے باپ سے بات کرے کہ وہ اس کو اپنی فیکٹری میں آ کر کام کیجئے دیں۔

ولید کے ذہنی نے پہلے تو بالکل انکار کر دیا اور انہوں نے میو سے کہا کہ اسے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ان کو بتائے وہ اسے دے دیں گے کیونکہ وہ اسے بھی ولید کی طرح ہی سمجھتے ہیں مگر بعد میں ولید کے اصرار پر وہ میو کو کام سکھانے پر تیار ہو گئے۔ کیونکہ ولید جانتا تھا کہ میو صنعت میں کچھ بھی لینے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ ولید کے ذہنی نے ہاتھ نہواستہ اسے فیکٹری آئے کی اجازت دے دی تھی لیکن میو نے جس رفتار اور شوق سے کام سیکھنا شروع کیا تھا اس نے انہیں حیران کر دیا تھا۔

اسے سمجھنے کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ جن دنوں تھا وہ پھر وہ محنت سے بھی تھوڑا سا نہیں تھا۔ شروع میں ولید کے ذہنی اسے وہ سمجھنے سے زیادہ وہاں رکھنے نہیں دیتے تھے مگر آہستہ آہستہ وہ چار پانچ گھنٹے وہاں گزارنے لگا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ولید کے ذہنی کو اس کی شہادت محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ پہلے پہل ولید کی انگلیں کسی دوسری فیکٹری سے تیار کر دیتے تھے اور پھر اپنی

حرفہ استمال کر کے مقدمہ جیت گئے تھے فیکٹری کے حصے ہو گئے تھے اور وہ بڑی فیکٹری ایک چھوٹی فیکٹری کی شکل میں ولید کے حصے میں آئی تھی۔ جس قسم کے نام سے وہ ساری ایکچورٹ کرتے تھے، وہ ولید کے بچا کوئی لٹی تھی۔ ولید ان معاملات میں نا تجرب کار تھا۔ وہ کسی اور بجٹ سے میں انوائس ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے اسی چھوٹی سی فیکٹری پر ممبری لیا تھا۔

باپ کے چیلیم کے بعد اس نے معیار سے کہا تھا کہ وہ اسٹانڈرڈ دینے والی امریکہ جانا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں معیار فیکٹری کا انتظام سنبھال لے۔ معیار نے فیکٹری کا انتظام سنبھالنے کی بائی بھری تھی اور ولید پورا راق انارٹی اسے دے کر امریکہ چلا گیا تھا۔

فیکٹری کا انتظام سنبھالنے ہی مشکلات کا ایک پہاڑ تھا معیار کے سامنے آ کر رہا تھا۔ باری باری فیکٹری میں کام کرنے والے بہترین کارکن کام چھوڑ کر ولید کے بچا کی فیکٹری میں چلے گئے تھے کیونکہ انہوں نے ان لوگوں کو بہتر تنخواہی آفر کی تھی۔ جو پارٹیز پبلک ان کوآرڈر دیا کرتی تھیں، وہ اب ولید کے بچا کی فیکٹری کوآرڈر دیتی تھیں کیونکہ قسم کا نام وہی استعمال کرتے تھے۔

فیکٹری کے اکاؤنٹس میں اتار رہے تھے کہ معیار کوئی بڑا آرڈر لیتا۔ وہ بے بھی کوئی خطرہ مول لیتا تھا کیونکہ فیکٹری اس کی اپنی تھی اور وہ انہیں چاہتا تھا

بیکنگ اور اپنی کھٹی کے ٹنگ کے ساتھ اسے ایکچورٹ کر دیتے تھے مگر بعد میں انہوں نے خود ہی انکس تیار کرنا شروع کر دیں۔

شروع میں انہوں نے ایک ڈیج لٹر رکھا تھا۔ معیار نے ان ہی دنوں فیکٹری میں آنا شروع کیا تھا۔ تیرہ سال کا وہ لڑکا سولنگ کھیلنے نہ صرف حکمت کی تنگ سولنگ بلکہ ڈیزلنگ میں بھی ماہر ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ اس نے ان کی فیکٹری کے لئے انکس ڈیزائن کرنا شروع کر دیں۔

ان دنوں راشد صاحب نے ولید کو اپنے سکھری اسکول کے بعد مزید تعلیم کے لیے باہر بھجوا دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے اس کھٹی کو ٹریک کے لیے اس کا نام بھجوا دیا تھا جس کے ساتھ مل کر انہوں نے venture joint کیا تھا، وہ تقریباً ایک سال کوآرڈر کرتا تھا اور واپس آنے کے بعد اس نے ڈیزلنگ کے شیعہ کا پورا کام اپنے سر لے لیا تھا۔ ان ہی دنوں ولید کے ڈیڑی نے اپنے بھائی سے کاروبار لانگ کرنا

شروع کیا تھا اور یہ معاملہ ایک بہت بڑے تازہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

ان دنوں معیار ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ فیکٹری کے معاملات سنبھالا کرتا اور راشد صاحب اپنے مقدمے کے سلسلے میں کورٹس کے معاملات سے نمٹا کرتے۔ پھر اچانک ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا یہ معیار اور ولید کے لیے ایک بڑا صدمہ تھا۔

ولید اپنی تعلیم چھوڑ کر واپس آ گیا تھا اس کے بچا نے موقع سے فائدہ اٹھا دیا تھا اور مختلف

نہیں، اسے کارنگروں کی ضرورت ہے اور انہوں نے تنگ حرافی نہیں کی۔ وہ بھی انسان تھے مجبور ہیں اور ضرورتوں سے بندھے۔ ولید کے والد کے انتقال کے بعد فیکٹری کا انتظام ڈالواں ذوال تھا مگر کسی کو بھی یقین نہیں تھا کہ فیکٹری کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے ایسی صورت حال میں جب انہیں ولید کے چچا کی طرف سے ابھی آفر ہوئی تو انہوں نے قبول کر لی۔

ولید اس کی بات ماننے پر مجبور ہو گیا تھا۔

دو دہائیوں میں پرانے کارنگروں کے گھر گئے جو سو پندرہ سال سے ولید کے باپ کے پاس کام کرتے رہے تھے اور انہیں زیادہ تر دہائیں کرنا پڑا پلاؤز کارنگر دانہیں آگئے تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ فب ان کے سامنے روپے فراہمی کا تھا۔ فیکٹری کے اکاؤنٹس میں زیادہ روپے نہیں تھے۔

اس مسئلے کو ولید نے حل کیا تھا اس نے فیکٹری اور گھر پر بینک سے فون لے لیا تھا، پھر دو دن کام میں نہ گئے تھے۔ انہوں نے ایک نئی فرم لائی کی اور ان ساری پارٹیز کو لیڈر نکھے تھے جن کے ساتھ وہ پہلے برائش کرتے تھے لیکن کسی طرف سے بھی کوئی حوصلہ افزا جواب نہ ملا۔ پھر ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ ولید کچھ ٹیکس بنا کر اپنے ساتھ یاد رہے اور امریکہ کے گرجا کے اور آرڈر حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ٹیکس کے یہ ٹیکس میز نے خود بخود جنس کے تھے اور یہ اس کی پہلی عمل دین ٹیکس کا تجربہ تھا۔

کوئی خسر و مول نے کروہ فیکٹری کو عرصہ دہائیوں میں ڈال دیا۔ ولید تھریا چاہا مگر رہا تھا اور ان چہاد میں میرا سے سب چاہا ہے کی رہا رہیں دینا رہا تھا کیونکہ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ فیکٹری کے اکاؤنٹ سے ولید کو اس کے اخراجات لے لیئے اور اس کی فیکٹری کو مابعد طرح کے لیے روپہ بھجواتا رہا۔ ان چہادوں نے کچھ نوکل اور کچھ چھوٹے باہر کے آرڈر پر رہے گئے تھے۔ بحران کی تعداد کم تھی۔ چہاد ولید اسکا جنت سے فارغ ہو کر دانہیں آگیا تھا۔

میوز نے اس کی داہنی پر فیکٹری کی پوری صورت حال اس کے سامنے دکھائی تھی۔ ولید کو شک کا تھا۔ اسے انداز نہیں تھا کہ فیکٹری کے حالات اسے شراب ہو چکے ہیں مگر وہ بہت جلد اس شک سے باہر آگیا تھا مگر ایک بار پھر اس نے اس صورت حال سے بچنے کے لئے سعیدی مدد مانگی تھی اور میوز نے ہرج کو پلان کرنا شروع کر دیا تھا ان کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا تھا کہ ان کے بہترین کارنگر انٹس چھوڑ گئے تھے اور انہیں کارنگر ہانا آسان نہیں تھا۔ میوز نے ولید کو مجبور کیا کہ وہ خود ان کارنگروں کے گھر جا کر انٹس زیادہ تنخواہ کی آفر دے کر واپس آنے پر مجبور کرے۔

ولید اس معاملے میں بہت جزبانی ہوا تھا مگر اس کا خیال تھا کہ ان لوگوں نے تنگ حرافی کی ہے اور مشکل وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ کے گئے ہیں پھر اب وہ انٹس کیوں واپس آئے لیکن میوز نے بہت جلد سے دلائل کے ساتھ اسے سمجھایا تھا کہ کارنگروں کو اس کی ضرورت

پہرہ کشن سٹلر کے طور پر کام کر رہا تھا اور وہ بڑا جنگ کے شیعہ کا انچارج بھی وہی تھا۔ اس کو کتر بیا تیس ہزار کے قریب گنواہن تھی اور دوسری بہت سی سہولیات بھی مگر بھر بھی وہ مصلحتیں نہیں تھا۔ وہ اب اپنی انگلیکسری لگانا چاہتا تھا اور اس لئے وہ اپنی گنواہ کا بڑا حصہ ویک میں بیع کر دیتا تھا۔ پھر ان ہی دنوں اس نے ایک کرائے کے گھر میں شفٹ ہونے کی کوشش کی تھی مگر ولید نے اس سے کہا کہ وہ کرائے پر گھر لینے کے بجائے اس سے اس گھر میں شفٹ ہو جائے جہاں وہ باہر سے کاروبار کے سلسلے میں آنے والے لوگوں کو گھیرا جاتا تھا۔

صبر نے بہت جیس ویش کی تھی لیکن ولید نے اس کی ایک نہنی ماں کا کہنا تھا کہ وہ گھر بڑا تر خالی ہی رہتا ہے اور وہ منزل ہونے کی وجہ سے صبر اس کی کسی بھی منزل پر اپنی ماں کے ساتھ رہ سکتا ہے اور جیس جیس میں کوئی بھی آنے والا مسلمان شہر سکتا ہے۔ رابع نے حسب اپنی ماں کی وجہ سے صبر کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا اور صبر کو کچھ ایسی وہاں شفٹ ہو گیا تھا اور اب جب اس کی امی آنے سے پرہیز ہو گئی تھیں تو وہ انہیں بھی وہیں لے آیا تھا۔

رابع کو یہاں آتے ہی وہ بدلا ہوا لگا تھا اب وہ پہلے کی طرح سنجیدہ اور خاموش نہیں رہتا تھا بلکہ جب بھی گھر آتا تو زیادہ سے زیادہ وقت رابع کے پاس گزارنے کی کوشش کرتا انہیں اپنی باتیں بتاتا۔ اپنی مصروفیت کے بارے میں بتاتا ان سے مختلف قسم کے کسانوں کی فرمائشیں کرتا۔ چھوٹی چھوٹی بات پر ہنس پڑتا، پتا نہیں وہ اپنی کون کون سی خواہش کو وہاں سے بیٹھتا تھا۔ رابع کو اب احساس ہو رہا تھا کہ ان کوئی اولاد نہ تھی تھانہ کا فکرا ہوتی ہے اور وہ بھی جو صبر جیسے

ولید ان سے ملو کوئے کر رہا تھا اور اس بار انہیں ماوی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ پہلی ہی بارنی سے انہیں دس ہزار انگلش کا آرڈر مل گیا تھا۔ یہ ان کے لئے ایک بہت بڑا آرڈر تھا۔ دونوں نے ہی تو ذکر محنت سے یہ آرڈر پورا کیا تھا۔

ولید کو مال کے بارے میں زیادہ نہیں پتا تھا۔ وہ دفتری امور کو سارا انجام دیتا تھا اور صبر نے ان انگلش کے لئے نہ صرف ولید کی فریادی خود کی بلکہ تیاری کے ہر مرحلے میں خود ان کو الودہا۔ اس نے ایک ایک ٹیکٹ کو خود اسی طور پر چیک کیا تھا۔ اس کے بعد ان کی ٹیکٹنگ کروائی تھی وہ لوگ کارنگروں سے اور نام کر دیتے رہے اور مقررہ وقت سے پہلے ہی انہوں نے آرڈر پورا کر دیا تھا۔

انگلش کی کوئی اور بڑا ٹیکٹ اسی پانڈ کی تھی کہ خود اسی اسی فرم کی طرف سے انہیں ایک بڑا آرڈر مل گیا۔ پھر تو آرڈر کی ایک لمبی اسٹاک لگ گئی تھی اور انہیں آرڈر تو اسے بڑے ہوئے کہ وہ انہیں پورا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ انہیں انکار کر دیتے آہستہ آہستہ ان کے پاس کارنگروں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ پہلے ان کے پاس کچھ تیس کارنگر ہوتے تھے۔ پھر یہ تعداد دوسرے قریب پانچ گئی۔ وقتی طور پر پانڈ کرنے والے کارنگروں کی تعداد ان کے ماوراء تھی انہوں نے انگریزی کی محنت میں بھی توسیع کی تھی اور ان کی انہوں نے کچھ نئی مشینری منگوائی ہوئی تھی جس کی مصیبت وہ اس نے جسے میں کر دیا ہے تھے۔

صبر کا اگرچہ فیکٹری میں کوئی بھی نہیں تھا اور نہ ہی اس کی ایسی کوئی خواہش تھی لیکن وہ اب

حالات سے دوچار رہی ہو۔

بھر چند مہینوں کے بعد وہ اپنی امی سے ملنے گئی تھیں۔ وہ اپنی ماں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ دب سہرہ کی امی ان کے پاس آئی تھیں اور انھیں سہرہ کی شادی کا کارڈ دیا تھا۔

انہوں نے نیچے دس سے دو کارڈ لیا تھا اور وہاں سے آگئی تھیں۔ میو نے سہرہ کی شادی کا کارڈ دیکھتے پر کسی دراصل کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ بالکل ناراض تھا۔

اس دن چھوٹے ماموں اور ماں کی فیملی ایک شادی میں انوائٹڈ تھے۔ میو بھی ولید کے ساتھ اس شادی میں گیا ہوا تھا۔ ولید کا ولید کا کارڈ پاری دوست تھا اور اس حوالے سے میو سے بھی اس کی انجی جان بیچاں تھی اور اس نے میو کو بھی شادی میں انوائٹ کیا تھا۔ چھوٹے ماموں میو کو وہاں دیکھ کر کہو جہاں ہوئے تھے مکس گیارہ گھنٹہ تھی اس لئے نہ صرف انہوں نے بلکہ ان کے بیوی بچوں نے بھی میو کو دیکھا تھا۔

جس چیز نے انہیں زیادہ حیران کیا تھا وہ اس کا طیر تھا، وہ ایک ڈراما میں رہے پر مڑ جانی لگے کہیں سے بھی کوئی معمولی اور کڑھیں لگ رہا تھا۔ میو نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا لیکن وہ ان کی طرف نہیں آیا۔ چھوٹے ماموں پوری طرح تجسس ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے دوست سے میو کے بارے میں پوچھا تھا اور اس نے ان سے کہا تھا کہ میو کو اس کے بیٹے نے انوائٹ کیا ہے۔ اسے میو کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں۔ دب چھوٹے ماموں نے زیادہ ہی تجسس کا اظہار کیا تو وہ اپنے بیٹے کے پاس گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر اس نے

انہیں میو کے بارے میں معلومات دی تھیں۔

وہ جس فرم میں پروڈکشن شیڈ کے طور پر کام کرتا تھا اس فرم نے کچھ سالوں سے چہر آف کامز میں اپنے بڑے بڑے انگیپیڈرٹ آڈریٹیو سے خاص دعوتیں دینی لگی تھیں۔ چھوٹے ماموں خود بھی لیڈر کی انگیپیڈرٹ کا کام کرتے تھے۔ انہیں اپنا آڈریٹیو آف کامز میں دب بھی اس فرم کا ڈکٹر بنا تو اس کے پروڈکشن شیڈ میو کا ممبر ڈکٹر بھی ہونا جسے کئی دوسری ٹیکسٹریز ہماری جگہ پر اپنے لئے کام کرنے کی آفر ڈکٹر ہی تھیں مگر جب چھوٹے ماموں کو قلعہ ڈال دیا گیا تو آڈریٹیو کا میو ماموں کا اپنا بھائی بھی ہو سکتا ہے۔

ان کے دوست نے ان کی کیفیت سے نظریں نہیں میو کے بارے میں معلومات فراہم کر دی تھیں اور اب چھوٹے ماموں عجیب سی کیفیت کا اظہار ہو گئے تھے اور کچھ بھی حال ان کے ہوا ہی نہیں تھا اور ان کو پورا آڈریٹیو ہفتے پہلے کسی طرح انہوں نے ٹکڑے سے ٹکڑے سنا ہے کچھ نہیں اس کی بے عزتی کی تھی اور انہوں نے یان کے بھائی نے یہ بھی جاننے کی کوشش کی تھی کہ وہ دونوں کہاں گئے ہیں۔ کھانا کھانے کے دوران وہ سب گاہے بگاہے دور ٹکڑے ہوئے میو کو دیکھتے رہے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کسی گفتگو میں مصروف کھانا کھا رہا تھا۔

واپس پروڈکشن ڈکٹر آڈریٹیو کرتے ہوئے ان کی بیوی مسلسل راہد اور میو پر تنقید کرتی رہی تھی مگر وہ خاموش رہے تھے۔ اگلے دن بیٹوں گھروں میں میو کے بارے میں معلومات اور خبریں گردش کرتی رہی تھیں اور ہر شخص جو کچھ تھا۔

بھی جنہوں نے راجہ سے اپنے روپے کی معذرت کرنی تھی میجر جن سے اس طرح خرابی یا تھک جیسے ان سے کبھی اس کا کوئی جھگڑا نہیں ہوا ہو۔

سعد یہ کی شادی پر چھوٹے ماموں زبردستی راجہ کو شادی سے چند دن پہلے اپنے گھر لے آئے تھے۔ میجر شادی پر نہیں آیا تھا۔ اسے کسی کام سے کراچی چلا تھا۔ شادی کی ایک عیاد راجہ کو خود پر بھاری لگی۔ سعد یہ ان بن کر اس قدر غور و بصورت لگ رہی تھی کہ انہوں نے اسے دوپٹہ بھر کر نہیں دیکھا کہ کتنی اسے غور و نگاہ چاہیے۔ لیکن انہیں بار بار میجر کا خیال آ رہا تھا وہ تصور میں اس کے شوہر کے چہرے میجر کو اس کے ساتھ بیٹھنے دیکھتے تھے۔

انہیں یوں لگا رہا تھا جیسے کوئی ان کی سب سے قیمتی چیز چھین کر لے چلا تھا۔ سعد یہ کی شادی نے انہیں بہت غم و غم حال کر دیا تھا جس دن وہ واپس آئی تھیں۔ میجر انہیں گھر پر ہی ملا تھا اور اس نے دیکھ کر اسے شادی کے بارے میں پوچھا تھا۔ راجہ کے تاثرات سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اب بھی کبھی ناخوش ہیں۔ اس نے ایک بار چرخا کر اسے اس کا جواب دیا۔

دلیپ سند اپنی اگلی جھگڑائی کو بھولنا چاہتا تھا اور کچھ دوسری فرسوں کی طرف سے اچھے انکس کی ذمہ داری کے لئے آفر دیتا تھا۔ میں ان کے لئے بھی کام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اچھے جھگڑائی کے لئے ابھی بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ میں جانتی ہوں سب اس لئے تیار ہوں کیونکہ میں اصولی طور پر تیار ہوں اور اسی لئے کسی اور کے لئے کام کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے میں راجہ کی طرف سے کام کرنا چاہتا ہوں۔

ایک دفعہ راجہ ایک بار چرخا کر اسے لے آئی تھیں اور وہ اس بار اپنے احتیاجات سے حیران ہو گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اب بھی ان کے ساتھ رہے گی۔

راجہ اب اس بار شادی میں کران کا انتقال دے دیا تھا۔ راجہ کی شادی کے پاس آ کر تھیں تو ان کی بھابیوں بادی بادی میں آ گئی تھیں اور چرخا کر بادی بادی میں بات کر رہی تھیں۔ انہوں نے شادی کا یہ حال دیکھا کہ راجہ اور میجر نے انہیں خبر کچھ ہو انہیں اس کی ترقی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

راجہ خود بھی حیران تھیں کیونکہ وہ صرف یہ جانتی تھی کہ میجر دلیپ کے ساتھ کام کرتا ہے مگر کس عہدے پر کام کرتا ہے اس سے وہ پتہ نہیں چل رہی تھی۔ انہوں نے اپنی بھابیوں سے معذرت کرنی تھی۔

چند دن پہلے جب وہ گھر چھوڑ کر آئی تھیں تو کسی نے جانے سے پہلے ان کے اڈر میں کے بارے میں نہیں پوچھا تھا اور اس دن انہیں نے اصرار کر کے ان کا اڈر میں لیا تھا۔ چرخا کر دن بعد ہی ان کے بارے میں پتہ چلا اور بھابی ان سے ملنے آئے اور وہ بولے تھے۔ گھر کو کچھ کرو وہ سے صرف وہ بولے تھے حالانکہ راجہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ یہ گھر ان میں ہے۔ میجر کی دہائی سے پہلے وہ ملے تھے پھر تو جیسے آدھ دن کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ گاہے بگاہے ان کا کوئی نہ کوئی لیکن بھابی ان سے ملنے آتا رہتا اور انہیں اپنے گھر پر غور کرتا تھا۔

میجر بڑی خوش دلی اور خوش خلقی سے ہر ایک سے ملتا تھا حتی کہ چھوٹے ماموں سے



میں سے ایک کنبی یہاں جو انکھ اچھڑا کر رہا تھا ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ دوسری ساتھ یہ پروڈیٹ کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ کچھ دیر پہلے میرے پاس ہے اور کچھ میں دوسری طرح کے لئے کام کر کے اٹھ کر لوں گا لیکن ابھی یہ صرف منصوبے ہیں کوئی چیز ابھی فائنل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے، میں اسی سال اپنی فیکٹری شروع کر دوں ہو سکتا ہے اس میں کچھ سال لگ جائیں۔ تم میرے ساتھ مل کر یہ فیکٹری کیوں نہیں لگا لیتے۔ ولید نے اچانک اسے ایک آفر دی تھی۔

تمہارے ساتھ؟ وہ کچھ حیران ہوا تھا۔

ہاں میرے ساتھ۔ تم اپنی فیکٹری میں میرے ٹھہر کر دو سالہ پریسٹنٹ تمہارے اور چالیس پریسٹنٹ میرے اس کے بدلے میں تمہاری فیکٹری کے لیے سرمایہ فراہم کر دوں گا۔ لیکن اس فیکٹری کے انتظامات میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ اس کے ورکنگ پلاننگ ہو گے۔

میں اس پیش کش پر حیران تھا۔ اور سرمایہ ڈوب گیا تو اس نے ولید سے کہا تھا۔

تب وہ میری ذمہ داری ہوئی۔ میں انہیں اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہراؤں گا۔ اس نے مجھے بات ختم کر دی تھی۔

تم فیکٹری کے لئے سلفٹن تلاش کرو۔

میں نے اس کی آفر قبول کر لی تھی۔ چند ہفتوں میں اس نے فیکٹری کے لیے سلفٹن

اس دن دو ولید کے فیس میں بیٹھا اسے شاہک و شاہک دے رہا تھا۔

میں انہیں کس چیز کی کمی ہے۔ میں نے بیٹھ نہیں ہو سکتا پہچانے کی کوشش کی ہے۔ میں نے انہیں کئی ملازم نہیں سمجھا۔ یہ فرم جتنی میری ہے۔ اس سے زیادہ تمہاری ہے بھرتی یہ جا ب کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟ ولید اس کی باتوں پر ہنس پڑا۔

ولید مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے میں یہ مانا ہوں کہ مجھے ہر قسم کی سہولت دی گئی ہے لیکن پھر بھی میری حیثیت اس فیکٹری میں ایک ملازم کی ہے۔ مجھے ابھی زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ یہ جا ب تو صرف ایک آغاز تھا۔

ولید نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر اس نے اچھا نہ کرنا سے روک دیا۔

ہدایت میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب کچھ بہت سوچی سمجھی کر رہا ہوں۔ میں انہیں چھوڑ کر نہیں جا رہا۔ تم اگر چاہو گے تو میں تمہارے لئے بھی کام کروں گا لیکن میں اپنی الگ فیکٹری بھی قائم کرنا چاہتا ہوں۔ تم میری خواہشات اور عزائم سے واقف ہو اور میری خواہشات میں صرف ایک جا ب شامل نہیں ہے۔ مجھے زندگی میں بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ اس لئے بہت فیر جا بھار ہو کر میرے پیسے کے بارے میں سوچو۔

تم فیکٹری لگانا چاہتے ہو۔ لیکن اس کے لیے انہیں سرمایہ کہاں سے ملے گا؟

ولید نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس سے سوال کیا۔

کچھ غیر ملکی بینکنگ کے ساتھ میں کافی عرصے سے بات چیت کرتا آ رہا ہوں۔ ان ہی

۱۹۹۰ء۔ اب بھرا آپ کی چھوٹی بیٹی سے رشتہ کروں اور کل کو میرے بیٹے پر کوئی بڑا دھت  
آجائے تو آپ بھر رشتہ توڑ دیں گے۔ نہیں آپ مجھے معاف کر دیجئے گا لیکن میں یہ رشتہ نہیں  
کروں گی۔

سہارن پوری کو ان کا جواب ملا ہے کی طرح لگا تھا لیکن وہ جواب میں کچھ بول نہیں پائے  
اور وہ خاندان میں داخل نہیں تھے جو اپنی بیٹی کے لیے معیار کا رشتہ چاہتے تھے۔ لیکن معیار خاندان  
میں شادی کرنا نہیں چاہتا تھا اور راجہ کا اصرار بھی خاندان میں شادی پر آنا دیکھیں کرنا تھا۔

وہ موز کاٹ رہی تھی جب اس نے ایک بڑھی عورت کو ایک گاڑی سے نکلنے اور  
وہ گرتے دیکھا۔ وہ گاڑی دیکھنے کے بجائے ایک ملوث بیٹی رفتار سے اٹھ گئی تھی۔ اسے عورت کی  
فکر لاحق ہو گئی اپنی گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے وہ اس جگہ آئی، جہاں وہ عورت گری تھی۔  
تیزی سے وہ اس عورت کے پاس آئی اور سیدھا کیا۔ وہ عورت کو اور بھی تھکی اور اس کی سر سے  
خون بہہ رہا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر مٹھا پانی نکالنے سے اور گرد دیکھا اور پھر ایک آتی ہوئی  
گاڑی کو ہاتھ دے کر وہ ادا سے رانچ کرنے والے آدمی کے ساتھ مل کر بڑھی عورت کو اٹھا  
کر اپنی گاڑی میں اٹا دیا۔ عورت صدمہ فشی کے عالم میں تھی، بھر وہ سیدھی اسے ایک پرانیے  
کھینک لے آئی بس اور وارڈ بوائے نے جب اس عورت کو دھڑک پر منتقل کیا تھا تو وہ چپ بھی  
کر رہی تھی۔

اس نیاں عورت کا ہاتھ تمام کر کے تسلی دینے کی کوشش کی چپک آپ کے بعد ڈاکٹر نے

تلاش کی اور قہر شروع کر دیا۔ قسمت کا ہر وہ اس پر بھیجے کتنا ہی جا رہا تھا۔ وہ جس کھنٹی کے  
ساتھ جو لگت دیکھ کر چاہتا تھا انہوں نے اس کے ساتھ ڈیل سامن کر لی آپ اگر وہ چاہتا تو  
ہلید کے سرمے کے بغیر بھی فیکٹری قہر کر سکتا تھا لیکن اس نے ولید کے ساتھ پانچ سو فٹم کر  
نہیں کی تھی۔ فیکٹری کے لیے عمارت اس نے قہر کر دینی تھی اور وہ یہ اور مشینری ولید اور اس  
کھنٹی نے فراہم کیا تھا۔ ڈیڑھ سال میں یہ پروڈیکٹ مکمل ہوا تھا اور پھر جیسے روپے کی ایک  
ریٹ رہی جس میں وہ شریک ہو گیا تھا۔

پہلے سے وہ یہ کمانے کے لیے محنت کرتی رہتی تھی اب وہ یہ جیسے اس کے پیچھے بھاگ  
رہا تھا۔ پہلے اس نے لیدر گڈز انکے پورٹ کرنی شروع کی جس پر گڈز کی ریٹ میں اضافہ ہوا  
گیا۔ لیدر سے وہ پورٹس گڈز کی طرف آیا اور پھر کاپٹ انڈسٹری کی طرف۔ اس کے ہاتھ  
جیسے کوئی پاس آ گیا تھا۔ سات سال اسی طرح گزر گئے اور ان سات سالوں میں وہ مظاہری  
طور پر بالکل چلی گیا تھا۔ جو لوگ پہلے ان سے کھاتے تھے اب ان کے آگے پیچھے پھرتے  
تھے۔ داخلی طور پر وہ جیسے کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ پہلے سے زیادہ خوش اخلاق اور نرم مزاج ہو گیا تھا۔ سبکی حال رہا اب کا تھا۔  
معیار کے چھوٹے سالوں نے راہد سے کہا تھا کہ وہ معیار کے لیے اپنی چھوٹی بیٹی کا رشتہ بنا  
چاہتے ہیں اور یہ پہلا موقع تھا جب راہد نے انہیں کسی بات پر انکار کیا تھا۔

سہارن پوری آپ مجھے معیار کی شادی آپ کے گھر نہیں کرتی۔ سہرہ سے رشتہ آپ نے توڑ

دائبر کو وہاں کوں لا با تھا۔

عائقہ صحن نامی ایک لڑکی تھی اس نے بتایا تھا کہ کوئی گاڑی نہیں ٹکرا کر چلی گئی تھی اور وہ انہیں اغوا کر رہا ہے۔ مل کے لیے اس نے ہمیں سمجھو دے دیے تھے لیکن اس کے پاس نہ وہ روپے نہیں تھے اس لئے اس نے اپنی کچھ چیزیں ہمیں دے دیں تھیں کہ ہم رکشوں اور آپریشن کرویں کیونکہ آپ کی والدہ کو کوئی آپریشن کی ضرورت تھی۔

رہنمائی نے مل جاتے ہوئے وہ ڈیوڑھی نکال کر اس کے سامنے کا ڈھکر پر رکھ دی۔ وہ ایک عجیب سی کیفیت میں وہاں کھڑا رہ گیا۔ پتا نہیں وہ کون تھی جس نے اپنے جسم پر سلاخی ہوا زخموں کی مایاں کی ہلان بچانے کے لیے دے دیا تھا۔ اگر وہ بڑی اس وقت اس کے سامنے ہوتی تو شاید وہ اس کے قدموں پر گر جاتا۔ اس وقت اس کی کچھ ایسی ہی حالت ہو رہی تھی۔ صحن نے اس کے لاکٹ کو ہاتھ میں لے کر دیکھا، ایک خوبصورت تختی پر لٹکے کا نام پڑے خوبصورت انوار میں مشعل تھا۔ صحن نے وہ پارو اسے کا ڈھکر پر رکھ دی۔ مل ادا کرتے ہوئے اس نے کڑس کو اپنا کارڈ دیا۔

دیکھیں، یہ دب ۱۱۰ انہیں تو انہیں ان کے روپے اور ڈیوڑھی انہیں کرویں اور انہیں یہ کارڈ سے رکشوں کی میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے جلدی ہے کیونکہ میں اپنی اہلی کو کسی اچھے ہسپتال میں شفقت کرنا چاہتا ہوں ورنہ میں نہیں دیکھ کر ان کا انتظار کرتا۔

اسے بتایا تھا کہ اس عورت کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اور اس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ آپریشن کے لیے انہوں نے چھٹی رقم مانگ تھی وہ اس کے پاس نہیں تھی۔ اس نے کا ڈھکر پر رہنمائی کو کہا کہ وہ یہ رقم گھر سے لے آتی ہے تب تک وہ گھر جی کے طور پر اس کا لاکٹ اور ایئر کنڈر رکشوں اور اس عورت کا آپریشن کرویں تاکہ وہ اس طرح تکلیف سے تڑپتی نہ رہے۔ رہنمائی نے ڈاکٹر سے بات کی اور پھر اس نے اس کا لاکٹ اور ایئر کنڈر رکھ لیے۔ وہ گھر آئی اور وہاں سے چیک بک لے کر تک گئی۔ جب وہ واپس پتھن چلی تو اسے پتا چلا کہ وہ عورت ہوش میں آ گئی تھی اور اس کا بیٹا اسے وہاں سے لے گیا تھا اور اس کا مل بھی ادا کر دیا تھا رہنمائی نے اسے ایک کارڈ دیا تھا جو اس عورت کا بیٹا اس کے لیے دے گیا تھا تاکہ وہ اس سے رابطہ کرے۔

اس نے کارڈ نہیں لیا تھا، اسے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے یہ جان کر ہی تسلی ہو گئی تھی کہ وہ عورت مفلوکہ تھی اور وہ اپنے نانا خان کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہ رہنمائی سے اپنی بی بی لے کر واپس آ گئی۔

صحن کو راجہ کے ایک سٹینڈ کی اطلاع آفس میں ملی تھی اور وہ انعام و صلہ اس تکلیف کی طرف دوڑ پڑا۔ ماں کو ہوش میں دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی تھی وہ اپنی تکلیف پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی مگر مزاحیہ کی جہت کی تکلیف پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ اس کو دیکھنے کے بعد وہ مل ادا کرنے کے لئے کا ڈھکر پر گیا تھا۔ مل ادا کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا کہ

خود اس لڑکی کا پتا لگانے کی کوشش کرے معیروں پر ہوا اس کیلئے کہ اس نے انکواری کاڈنر سے اس لڑکی کا ایڈریس حاصل کرنے کی کوشش کی تھی یہ مجسٹ نے چند منٹوں کی تلاش کے بعد نایاب حسن کا ایڈریس اس کے سامنے کر دیا۔  
پاکستان میں وہم پتا تو انہوں نے نکھوایا تھا۔ اب پتا نہیں چھگے ہے انہیں۔ یہ مجسٹ نے کہا۔

معیروں کو پتا دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ وہ اس کے ساتھ والے گھر کا ایڈریس تھا۔ گھر وہیں ہاتے ہوئے معیروں کا لڑکی رانج کرتے ہوئے اپنے گھر سے آگے لے گیا تھا اور پھر اس گھر سے آگے مجازی روک کر وہ بڑے دھڑپان سے اس گھر کا پتہ لیتا رہا۔ وہ اس کے گھر کی نسبت بہت چھوٹا گھر تھا اور اس کے سامنے ایک مختصر سا لان بھی تھا۔ وہ گاڑی فون کر کے واپس آ گیا۔ ایک بیٹے کے بعد وہ رانج کو لے کر گھر واپس آ گیا تھا۔ ڈاکٹر کے کہنے پر اس نے رانج کے لیے ایک دھیلے مٹھوائی تھی تاکہ وہ بد وقت گھری نہ ہیں اور گھر میں آسانی سے بھرنے کے علاوہ باہر بھی اگل سکیں۔ ایک سال قبل قریب ترس بھی اس نے ان کے لیے رکھ دی۔

معیروں نے رانج کو پتا دیا تھا کہ وہ لڑکی ان کے ساتھ والے گھر میں رہتی ہے۔ وہ بھی اس اتفاق پر حیران ہوئی تھیں۔ گھر آنے کے دوسرے ہی دن انہوں نے معیروں سے کہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے گھر جا کر اس کا شکریہ ادا کرے اور ہر شے تو اسے ان کے پاس لے آئے تاکہ وہ خود اس کا شکریہ ادا کر سکیں۔ معیروں کو اس گھر کی طرف آ جانا۔ مل جانا ہے پر چودہ سال ایک لڑکا

اس نے رنجش سے کہا اور اپنی اسی کو لے کر ایک بڑے بلیک پر آ گیا۔ ایک دفعہ پھر رانج کے نمیت ہوئے اور وہ گھٹنے کے چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ رانج کا آپریشن ٹھیک کیا گیا تھا اور اب اسے کسی انتہائی نگہداشت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے تسلی ہوگئی تھی اس سارے عرصے کے دوران اسے پارہاں لڑکی کا خیال آتا رہا وہ ہنسنے لگا کہ وہ لڑکی کا رڈ پانے کے بعد اس سے رانج کا حکم کرے کہ لکھن اس نے کوئی رانج کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اگلے دن اس نے اپنی ماں کو اس لڑکی کے بارے میں بتایا۔ رانج کو سنا تھا کہ وہ آواز پار آتی ہو یا نکل لے جاتے ہوئے مسلسل اسے کہہ سکتی رہی تھی۔ وہ عام طور پر گھر سے باہر نہیں جاتی تھیں مگر چہ باچل اس سے گھر میں منتقل ہونے کے بعد وہ اکثر ماڈل ناؤں کے پارک میں چلی جاتی تھیں جو گھر سے زیادہ خاصے پر نہیں تھا۔ وہاں وہ کافی دیر تھیں رہتیں۔ لوگوں کے گھومتے دیکھتے اور تنہائی کا احساس فتح ہو جاتا۔ اس دن بھی وہ پارک میں چلنے لگی تھیں۔ وہیں آدھی تھیں جب اچانک سڑک پار کرتے ہوئے وہ ایک گاڑی کے سامنے آ گئیں۔ ساری نقلی نہ تو ان کی تھی نہ ہی گاڑی کے ڈرائیور کی۔ گاڑی سے نکلنے کے بعد وہ ہم بیروں ہو گئی تھیں۔ ٹانگ اور سر میں اٹھتی ہوئی روکی لبروں کے پاؤں انہیں وہاں سے پھرتا جو وہی فوٹو ان کا ہاتھ تمام لیتا تھا۔

چند دنوں تک تو وہ دونوں ہی اس لڑکی کا انتظار کرتے رہے پھر رانج نے معیروں سے کہا کہ وہ

باہر آیا۔ معصی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کیا ہے۔

میں آپ کے ساتھ والے گھر میں رہتا ہوں۔ اس نے ہاتھ سے اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ لڑکے کے چہرے پر ایک دم غروریت کھانا نمودار ہو گئے۔

میرے اندر خوفت ہو چکے ہیں۔ آپ افتخار نہیں میں آپ کو اپنی امانی سے ملوا رہا ہوں۔  
 تمیز اس کے ساتھ چلتا ہوا افتخار گیا، دو لڑکا اسے اندرونی دروازے پر غصہ کرنا افتخار چلا  
 گیا۔ چند منٹوں کے بعد وہ دیکھیں آقا افتخار اسے افتخار لے گیا۔ ایک بہت ہی دہل ڈیکور  
 ڈالنگ، دم اس کے ساتھ تھا۔ دو لڑکا اسے وہاں بٹھا کر غائب ہو گیا۔ صیغہ طاری فقرہ  
 سے ڈالنگ دم کا ہنر دیکھا رہا، کچھ یہ بعد وہ لڑکا ایک اور جبر غرورت کے ساتھ ڈالنگ دم  
 میں داخل ہوا۔ صیغہ غرورت کے افتخار نے برائے کھڑکڑا ہوا گیا۔

یہودیوں کا بیٹھنا اس عورت نے نرمی سے کہا اور خود بھی سامنے صوف پر بیٹھ گئی۔

میں آپ کے ساتھ والے گھر سے آئی ہوں۔ چند دن پہلے۔ معینہ نے بات شروع کی اور آہستہ آہستہ ساری بات بتادی۔ اسے اس عورت اور اس کے بچے پر قصور ہونے والے تاثرات دیکھ کر خیرانی ہوئی تھی۔ وہ بہت عجیب سی خاتروں سے ایک دوسرے کو بچا رہے تھے۔ مجھے یہ جو قصہ سننا تھا کہ آپ کا عاید حسن سے کیا رشتہ ہے عمریں ان سے مل کر ان کا گھر یا د کہہ سکتا ہوں۔

میر نے اپنی بات کے اہتمام کرکے رکھا۔

وہاں دوسری جہتی ہے۔ اس وقت تو وہ فہم میں ہوگی۔ آج وہ دوسرے آنے کی۔ دراصل وہ ایک کینٹی میں سٹراڈا فسر ہے۔ اسے کٹر دہو جاتی ہے۔ میں تمہارا پیغام اس تک پہنچا دوں گی لیکن فکر یہ کیا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تعریف میں انسان ہی انسان کے کام آتا ہے۔ میں کل تمہاری ای کی فہرست دے رہا تھا کرنے آؤں گی۔ ایک ای کی نے کچھ تجربات حیرت کا یہ مسئلہ سمجھ کر تک جاری رہا۔ حیران تھا چاہتا تھا مگر غلطی کی ای کے اصرار پر وہ چائے کے لئے کھ گیا۔

دوسرے دن تمام کونسلوں کی ای این کے نمبر آئی تھیں، معزز صرف ان کے لئے خاص طور پر گھر تھرا، واٹنا، جالندھار کے ساتھ فیملی تھی۔ اس کی ای این نے ایک بار پھر اس کی طرف سے معززت کی کہ اسے کوئی ضروری کام تھا۔ اس لئے وہ پیش آئی تھی۔

راہبہ نے عاید کی اوی کوز بروقی کھانے پر روک لیا تھا اور کھانے پر ان کے لئے خصوصی انتظام کیا تھا۔ باتوں باتوں میں راہبہ نے عاید کی امی سے ساری معلومات حاصل کر لی تھیں۔ ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے سب سے بڑا بیٹا امریکہ میں ہوا تھا اور اس نے وہیں شادی کر رکھی تھی۔ اس کے بعد عایدہ تھی۔ اس سے چھوٹی فریدہ تھی جس کی شادی اس کے کچا کچے بیٹے سے ہوئی تھی اور ایک بیٹی اور بیٹا بالترتیب لی اسے اور ایک لیس بیٹی میں بڑھتے تھے۔

عالمی سلامتی کی تحریک اور یونائیٹڈ نیشنز کی تحریکوں کے ذریعے اس کے لئے دونوں پاکستانیوں کی مصیبت سے کافی محنت ہوئی تھی۔

میں جب رات کو گھر آ چکا تو راجہ نے اسے عایض سے ملاقات کا قصہ بڑی بے چینی سے  
 خانا وہاں کی سہیلی پر سنکرا کر دیا۔  
 آپ ایسا کریں ان کی پوری فحش کو کھانے پر بنا لیں۔ میں بھی عایض سے مل لوں گا  
 اور اس کا شکر ادا کروں گا۔ آپ تو کرسی بنگی ہیں۔  
 اس نے کھانا کھاتے ہوئے سرسری انداز میں راجہ سے کہا تھا۔

ہاں بھیک ہے۔ میں ان لوگوں کو کھانے پر بناؤں گی۔ راجہ کو اس کی تجویز ناگہانی لگی تھی۔  
 پھر رات کو عایض نے عایض کی امی کو کھانے کی دعوت دے ڈالی۔ عایض کی امی نے  
 شروع میں انکار کیا مگر راجہ نے انکا اصرار کیا کہ وہ دعوت قبول کرنے پر تیار ہو گئیں۔ لیکن جس  
 دن وہ لوگ کھانے پر آئے تھے اس دن عایض ان کے ساتھ نہیں تھی۔ راجہ کو ناگہانی ہوئی۔ ان  
 کے پوچھنے پر عایض کی امی نے کہا کہ عایض آج کسی دوست کی شادی پر گئی ہے اس وجہ سے  
 نہیں آ سکی۔ راجہ ان کی بات سن کر خاموش ہو گئیں۔

پھر ایسا ایک بار نہیں کئی بار ہوا تھا۔ وہ مختلف نگار جب میں عایض کو بنا لیتیں مگر عایض کی فحش  
 توان کے گھر آ جاتی مگر وہ کبھی نہیں آتی۔ دو تین بار راجہ نے خود جا کر بھی اسے آنے کی دعوت  
 دی وہ خاموشی سے ہائی بھرتی مگر پھر نہیں آتی۔ راجہ کو یہ محسوس ہونے لگا جیسے وہ ان سے  
 کچھ اٹنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ بات انھیں کافی عجیب لگی تھی۔ عایض کے گھر وہ اکثر جاتی  
 رہتی تھیں مگر عایض سے ان کا سامنا بہت کم ہی ہوتا تھا کہ وہ کبھی جاتا تو بھی عایض سلام دعا کے

آج آج ہر وہوں گھروں میں ٹیلی ویژن شروع ہو گیا۔ راجہ کو عایض سے ملنے کا جتنا  
 اشتیاق تھا وہ ان سے اتنی کڑا ہی تھی۔ ان کے بے حد اصرار کے باوجود وہ ان کے گھر نہیں  
 آتی تھی۔ ہر بار اس کی امی اس کی مصروفیت کا بہانہ بنا دیتیں۔ راجہ کا اشتیاق اٹھنا ہی گیا تھا اور  
 یہی اشتیاق ایک دن انھیں حلقہ سے عایض کے گھر لے گیا تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر پڑنے کی مہر سے  
 اس کے گھر گئی تھیں۔ عایض کی امی انھیں روک کر کہہ رہی تھیں۔ انھوں نے راجہ کو ڈراگنگ  
 روم میں بٹھا دیا اور پھر ان کے اصرار پر عایض کو بلانے چلی گئیں۔ اس چدر و منت بعد علیحدہ کدور  
 کے کرتے اور سیاہ لٹیرا اور وہ پند میں ملنے ترانہ دیا لوں والی ایک دراز لٹیرا کی ڈراگنگ روم  
 میں داخل ہوئی۔ اس نے جلد آتے ہی راجہ کو سلام کیا اور پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔  
 تم عایض ہو؟ راجہ نے سہاقتیا اس سے پوچھا۔

ہاں آپ کبھی ہیں؟ راجہ نے سہاقت باز دیکھا دیکھا۔ اس نے جراتی سے ان کو دیکھا  
 اور پھر جیسے شش و شش میں پڑ گئی۔ راجہ نے ایک بار پھر اسے اپنے پاس بلا لیا۔ اس بار وہ کچھ جھجکتے  
 ہوئے ان کے پاس آ گئی اور راجہ نے پاس آئے پر اسے گلے لگا دیا اور اس کا ہاتھ چوم لیا۔ وہ ایک  
 دم جیسے بکا بکا رو گئی تھی۔ جب ہی اس کی امی کمرے میں آ گئی تھیں۔

وہ کچھ نرس ہی وہاں صوفے پر بیٹھ گئی۔ راجہ اس کا شکر یہ ادا کرتی رہیں مگر وہ لوگوں کی  
 طرح تم صم صم ہی رہی پھر کچھ دیر بعد وہ کسی کام کا بہانہ بنا کر اٹھی اور وہاں جا کر نہیں آتی۔ راجہ  
 کافی دیر تک عایض کی امی کے پاس بیٹھی رہیں اور پھر گھر واپس آ گئیں۔

اکڑ اس وقت راہب کے گھر جاتی تھی۔ جب میو گھر پر نہیں پہنچتا تھا۔ چھٹی دن بھی وہ لکڑی چلا جا کر آتا تھا اور اسی وجہ سے ان دونوں کی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوتی تھی۔ مگر صرف ملاقات نہیں ہوتی تھی ورنہ راہب کی زبانی وہ میو کے بارے میں سب کچھ جان سکتی تھی۔ وہ کیا کھا کھا ہے۔ کیا پہنتا ہے کیا پہنڈ کرتا ہے۔ کیا ناپہنڈ کرتا ہے۔ اس نے انہیں کیسے ٹوڑا کھلی عزت کی ہے کون کون سی تعظیمیں برداشت کی ہیں۔ کیسی تگ بکھی ہے۔

راہب نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ ان کی زبان پر بدقت میو کا نام ہی رہتا تھا۔ وہ چپ چاپ ان کی زبان سے میو کے قصے ملتی رشتی اور ان کا چہرہ دیکھتی رشتی۔ میو کے نام پر ان کا چہرہ جھٹکتا تھا۔

شروع شروع میں وہ صرف مردہ راہب سے میو کے قصے سنا کرتی تھی اور اکثر راہب کی انہی گفتگو کے دوران اس کا دل مار نکلتا اور پچھتاہٹا ہوتا تھا۔ راہب اپنی دھن میں پاتی جاتیں۔ انہیں انداز دینی نہ ہو پاتا کہ وہ متوجہ نہیں ہے مگر بچہ آہستہ آہستہ میو اور اس کی زندگی میں دلچسپی ہونے لگی تھی۔ وہ اسے جیسے مانگتے دیکھتا تھا۔ مگر کرنا نہیں دلا کرنا نہیں دلا۔ اس دن بھی وہ اس سے دوسری باتیں کرتے کرتے میو کا ذکر نہ لکھی تھی۔

دنیا میں بہت سے لوگوں کی اولاد نیک اور باعزت ہوتی ہے مگر میں کتنی ہوں، جتنا اب۔ لٹا اور مردہ میو میں ہے میں نے کسی اور میں نہیں دیکھا۔ میری عزت تو کتنا تنہا ہے۔ ظاہر ہے میں اس کا اس ہوں مگر دیکھو عایدہ میرے بچے کا عرفہ کتنا بلند ہے کہ اپنے ان رشتہ داروں

بعد اپنے کمرے میں چلی جاتی اور وہ بارہ ماہ سے نہ آتی اور پھر اگر عایدہ سے ملنا بھی چاہیں تو بھی وہ پیچھے نہ آتی اور انہیں یوں لگتا جیسے عایدہ کی امی بھی نہیں چاہیں کہ عایدہ زیادہ ویران کے پاس بیٹھے۔ عایدہ کے برعکس سب سے چھوٹی بہن معصومہ سارا وقت ان کے پاس بیٹھی رشتی۔ راہب کو اس کی عادات بہت پسند تھیں اور وہ اکثر اوقات اسے اپنے گھر کسی نہ کسی کام کے لئے بلاتی رہتیں۔

اس دن راہب نے اپنے گھر بیٹا کر دیا تھا۔ چھٹی ہونے کی وجہ سے عایدہ بھی گھر پر ہی تھی۔ راہب نے ایک دن پہلے عایدہ کی امی کو اس تکریب کے بارے میں بتا دیا تھا۔ حسب معمول عایدہ کی امی معصومہ کے ساتھ راہب کے پاس چلی آئی تھیں۔ عایدہ کو ان کے ساتھ دیکھ کر راہب نے اس کے بارے میں پوچھا تھا اور پھر اسے خود بلانے کے لئے اس کے گھر چلی آئی تھیں۔ عایدہ کے بہنوئی کے باوجود وہ پہلی بار اسے زبردستی اپنے گھر لے آئی تھیں۔ یہاں آ کر عایدہ قدر سے نروں ہو گئی تھی۔ راہب نے ہادی ہادی اسے اپنے پورے خاندان سے متعارف کروا دیا تھا اور راہب کے منہ سے اپنی تعظیمیں سن سن کر شرمندہ ہوتی رہی تھیں۔ راہب کے صبر کی وجہ سے اسے تکریب کے اہتمام تک دکان پر تلور نہ دیا وہ بہت پہلے واپس آ جاتا چاہتی تھی۔

اس تکریب کے بعد راہب اسے اکثر خدا کر کے اپنے گھر لے جانے لگی تھیں۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بات مان لیتی اور ان کے گھر آ جاتی اور پھر یہ جیسے ایک معمول ہو گیا تھا۔ وہ

اس کی نگرانی کرنی نہیں پڑی۔ اس کی زندگی باقی سیدھی گزری ہے۔

دو مہینوں کے بارے میں مسلسل باقی جاری تھیں اور عاید ہونے کے بجائے مستقل  
ان کی باتیں سن رہی تھیں اور اس کی دلچسپی اب پہلے سے بڑھ گئی تھی۔

۴۰

اس دن صبحی تھی۔ دو سب معمولی صبح اس بے غمی تھی تا شکر کرنے کے بعد ایک دم اس  
کارل راہب کے گھر جانے کو کہا اور وہ ان کی طرف آگئی۔ وہ سیدھا ان کے کمرے کی طرف  
آئی اور دروازہ کھٹکھٹا کر صبحی کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ لیکن اندر داخل ہوتے ہی وہ ایک دم گھبرا  
گئی تھی کیونکہ کمرے میں راہب کے بجائے صوفیہ پر عید اظہار کے کرہینا ہوا تھا۔ اسے کچھ کر وہ  
کھڑا ہو گیا۔ عاید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔

السلام تنکیم، کیسی ہیں آپ؟ اسے گھبراتے دیکھ کر صوفیہ نے کہا تھا۔ وہ قدرے حیران  
ہوئی کہ کسی تعارف کے بغیر وہ اس کا حال کیسے دریافت کر رہا ہے لیکن اس نے اس کے سلام کا  
جواب دے دیا۔

اُمی نہا رہی ہیں۔ بس ابھی آچکی ہیں گی۔ آپ جلیز بیٹھیں۔ دو صوفیہ چوڑ کر خود بیڈ کی  
طرف چلا گیا تھا۔

کی بھی عزت کرتا ہے جنہوں نے پوری زندگی اس کا مذاق اڑایا۔ مجال ہے جو بھی اس نے بھی  
کو جتنا پایا ہوگا اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا میرے بھائیوں اور ان کی اولادوں  
نے ساری عمر سے دلیل کیا اس کی شکل سے لے کر لباس اور کھانے پینے کے طریقے تک پر  
اعتراض کرتے رہے۔ مذاق اڑاتے رہے۔ یہ عزت کرتے رہے۔ مگر صوفیہ کا انکا حوصلہ ہے  
کہ وہ سب بھی ان سے متا ہے بہت نفس کرتا ہے۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ باقی عزت ان  
کی اچھی اولاد نہیں کرتی جتنی صوفیہ کی کرتا ہے۔ بھی اس نے انہیں پلٹ کر جواب نہیں دیا۔  
ان سے بدتمیزی نہیں کی۔ ان کے گھر کے پر ناک بھوں میں چڑھائی۔ بھی ان کے سامنے  
اوٹنی یا تیز آواز میں بات نہیں کی۔ پہلی تو خیر بات ہی اور تھی، وہ ان کے گھر پر جتنا تھا  
عزت کرنے پر مجبور تھا مگر وہ سب بھی جب اسے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ ان کی اسی طرح عزت  
کرتا ہے۔

میں کہتی ہوں۔ خدا صوفیہ بھی اولاد سب کو دے۔ اسے اس کے میرا برداشت اور محنت کا  
اجرا دے۔ جب یہ چھوٹا ہوتا تھا تو مجھے خیال آتا تھا کہ میں اسے کس طرح پالوں گی۔ یا تا  
شدی اور بدتمیزی ہوتا تو کھاسر کے مرنے کے بعد اس میں خود برداشت پیدا ہوگئی۔ مجال ہے  
اس نے بھی لیکن میں مجھے عام بچوں کی طرح مختلف چیزیں ناگ مانگ کر رکھ کر کہا ہو۔ بس جو  
لاوینی تھی خاموشی سے لے لیتا تھا۔ بالکل خدا تو بھلا دے آجاتا تھا کہ یہ عام بچوں کی طرح خدا  
کیوں نہیں کرتا۔ مجھے یہی خوف رہتا تھا کہ یہ کیسے بگڑ جائے مگر خدا کا ایسا کرم ہے کہ مجھے بھی



خط پر عائدہ نہ تھیں انہا کراے دیکھا تھا اور معجزہ کو اس کی آنکھوں میں ایک جھپ سی ہے  
تجلی نظر آئی۔ وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔ عائدہ نے ایک بار بھراس کے جیسے سے نظر بڑا  
لی۔

آپ جاب کرتی ہیں معجزہ نے گفتگو کا سلسلہ ایک پھر جواز نے کی کوشش کی تھی۔  
ہاں۔

کہاں پر؟ عائدہ نے معجزہ کو چند سطوروں میں اپنی جاب اور کھلی کے بارے میں بتایا۔  
جاب پسند ہے آپ کو؟ چند سطوروں بعد اس نے پوچھا تھا۔

پتا نہیں، میں نے کبھی اس بارے میں سوچا نہیں۔ معجزہ عائدہ کے جواب پر کچھ حیران ہوا  
تھا۔ کچھ روز اس کے چہرے کو دیکھتا رہا اور اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ وہ خطرناک حد تک  
غریب صورت تھی۔ بہت پیچھے ہوئے جیسے نقوش تھے اس کے خاص طور پر اس کی آنکھیں۔ کوئی  
بہت سی عجیب تاثیر تھی اس کی آنکھوں میں جو دوسروں کو یکدم چپ ہو جانے پر مجبور کر دیتا تھا۔  
معجزہ نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں۔ دونوں کے درمیان اس دن مزید گفتگو نہیں  
ہوئی۔ دونوں خاموش بیٹھے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد راجہ فہرما کر باہر نکل آئی تھیں اور معجزہ اٹھ کر  
کمرے سے آ گیا۔

نہیں، میں پھر آ جاؤں گی۔  
عائدہ آپ کو دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی واقعی تھوڑی دیر میں باہر آ جائیں  
گی۔

اس بار عائدہ کی حیرت میں اضافہ ہوا تھا اس کی زبان سے اپنا نام ہی نہ کر۔  
آپ پتیز نہیں، مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ عائدہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور  
صوف پر بیٹھ گئی۔

میں اصل میں آپ کا فکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ وی کی مدد۔ معجزہ نے بات شروع کی تھی  
لیکن عائدہ نے اس کی بات کاٹ دی۔  
آپ پتیز اس بات کو رہنے دیں۔ یہ بہت پرانا واقعہ ہے، اب قوائے کی ماہرگز رہتے  
ہیں۔

میں اسی سلسلے میں شرمندہ ہوں کہ پہلے آپ کا فکریہ ادا نہیں کر سکا۔ حالانکہ میں آپ  
سے پہلے ہی بتا چاہتا تھا لیکن بس کچھ صورت و لحاظ کی وجہ سے ٹل گیا۔ نا۔  
چین میں نے آپ سے کہا ہے تاکہ اس سلسلے میں فکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں  
ہے۔ میں اس لئے یہاں نہیں آئی ہوں۔ عائدہ کے اعزاز میں ہے یہی تھی۔ معجزہ خاموش  
ہو گیا۔

اسی اکڑ آپ کے بارے میں قاتی رہتی ہیں۔ بہت تعریف کرتی ہیں آپ کی۔ معجزہ کے

بہت چٹکن سا لگتا تھا۔ پھر ہر ایک نے ہی بھر سٹاف کیا ہمیں۔ دو دو چپل والوں نے ہتھیا ل  
والوں نے۔ ہر ایک نے۔ کسی نے کوئی ٹاٹا نہیں کیا۔ میں ٹھس جا رہی تھی۔ پاپا کے نہ ہونے سے  
فرق پڑے گا۔ پاپا نے بیٹھ سب کی مدد کی تھی۔ کبھی کسی کو دھکا دیا تھا نہ مایوس کیا تھا مگر وہ سب  
اسان فرہوش لگے۔ سانپ کی طرح۔ دنیا میں کوئی کسی کو اس طرح بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا  
جیسا انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا تھا۔ عایدہ کے لہجے میں بہت تھکی تھی۔

سب ایسا ہی کرتے ہیں۔ تمہارے رشتہ دار اس سے مسخنی نہیں۔ یہ دنیا ہی ایسی ہے۔  
صبر نے اس سے کہا تھا۔

سب تو یہاں نہیں کرتے جس طرح انہوں نے کیا تھا۔ وہ اب بھی اپنی بات پر مصر رہی۔  
عایدہ لوگوں کو معاف کروانا چاہتے۔ اس طرح۔ عایدہ نے اس کی بات کاٹ دی۔  
کیا آپ نے معاف کروایا؟ آپ نے بھی تو بہت کچھ برداشت کیا ہے، ایسے ہی  
حالات سے گزرے ہیں آپ۔

میں نے کبھی کسی کو مجرم سمجھا ہی نہیں۔ ہر جج کی حلفی ہونے کے بعد ہی ججی بھر میں کسی سے  
نقرت کر کے کیا کرتا۔ دو نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

آپ بہت عجیب ہیں۔ اپنے گھر میں ان لوگوں کو آنے دیتے ہیں۔ اس طرح ملی  
خوشی ملتے ہیں جیسے انہوں نے کبھی جاکو کیا ہی نہیں۔ کیا آپ کا دل نہیں جانتا کہ آپ ان  
سب لوگوں کو باری باری قاتل نہیں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ انہیں آئینہ دکھا نہیں ان

بھرا ان دونوں کی اکثر ملاقات ہونے لگی تھی۔ صبر عطا رکھنا عادت اجازت کو گھر پر رہنے لگا  
تھا۔ لاشعوری طور پر اسے عایدہ کا نظارہ چلتا اور جس دن عایدہ نہ آتی، اسے ایک نامعلوم ہی  
سے بچتی رہتی۔ دونوں کے درمیان آہستہ آہستہ گفتگو بھی ہونے لگی تھی۔ پھر گفتگو کا یہ سلسلہ آتا  
بڑھا کہ وہ دونوں پارک میں بھی ملنے لگے۔ عایدہ شام کے وقت گھر کے قریب پارک میں  
وقت گزارنے جا رہی تھی اور صبر بھی وہیں جا کر ٹک کے لئے جا رہا تھا۔ لیکن اب وہ پارک  
میں عایدہ کے ساتھ واک کیا کرتا تھا۔ وہ بہت اچھا سامع تھا۔ شروع میں وہ صرف عایدہ کی  
باتیں سنتا رہتا تھا۔ اسے سب اس بات کو دانتی خاموشی میں بے چینی دہاتے تھے۔ اب تک  
نکھر آ رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ دھیر دھیر بولنے لگا تھا۔ بہت سی باتیں جو اس نے آج تک کسی سے  
نہیں کی تھیں وہ اس سے کرنے لگا تھا۔

پاپا سب کچھ جانتے بھرے تھے۔ دوست، ساتھی، باب سب کچھ۔ جب ان کی ذمہ داری  
تو میں سولہ سال کی تھی۔ بہت دنوں تک مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ جب یقین  
آیا تو میرے لئے دنیا ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس دن بھی وہ پارک میں بیٹھے ہوئے تھے جب وہ  
اپنے والد کی بات کرنے لگی تھی۔  
میری کچھ باتیں نہیں آتا تھا کہ اب میں دنیا میں کیسے رہوں گی۔ پاپا کے دلیر کہہ کرنا مجھے

مثلاً آپ ان کہانیاں کو پھوڑا نہیں جانتیں جو اس باب کی وجہ سے آپ کو حاصل ہیں۔ ہر باب کا نئی سہولت اور ان کی تلاش دینی چاہی آپ کو ملتی ہے۔  
وہ میری بات پر ایک بار پھر خاموش رہی لیکن اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ معجزہ کچھ ہر اس کے جواب کا مختصر پانچوں وہ خاموش رہی۔ میرا اکثر ہوتا تھا۔ وہ بات کرتے کرتے چپ ہو جاتی تھی اور پھر معجزے لاکھ اصرار پر بھی کچھ نہ بولتی۔ بس گھر چلی جاتی وہ جراتی سے یہ سب کچھ بھڑکھڑا کر دیتا تھا۔

چند

آؤ جانید میں تمہاری انتظار کر رہی تھی۔ اس شام راہب نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔  
آپ کو کیوں انتظار تھا میرا؟  
بس آج مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔ وہ ان کے نقطے سے تڑپا وہ ان کے انداز پر  
پڑتی تھی۔ وہ بہت خوش، بہت ہر خوش نظر آ رہی تھیں۔  
ایسی بھی کیا بات ہے؟ وہ کچھ ہلکتی تھی۔

تھاویں گی۔ تم پہلے چائے تو پیو۔ راہب نے ملازم کو چائے لاتا دیکھ کر کہا تھا۔ وہ خاموش  
ہو گئی۔ ملازم نے چائے بنا کر کپ اس کے ہاتھ میں تھا دیا۔ راہب بھی چائے پینے میں مصروف

کے ساتھ میل جول قائم کر دینا۔  
وہ اس کی بات پر مسکراتے لگا تھا۔ نہیں، میں نے یہ بھی نہیں جانا۔ ان باتوں کا کوئی فائدہ  
نہیں ہوتا۔ یہ زندگی ہے اس میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اپنے طرف کو بہت بڑا کرتا  
پڑتا ہے۔ میں سن جیسا جانتا نہیں چاہتا، کسی کو بے عزت نہیں کر سکتا۔  
وہ اپنی جھیل میں بھٹک کر تے لوگوں کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ اضطراب کے عالم میں اسے  
دیکھنے لگی۔ وہ واقعی بہت عجیب تھا، بہت اعلا طرف تھا۔

آپ کے لئے یہ سب کہنا اور کرنا بہت آسان ہے۔ آپ نے میرے جیسی زندگی نہیں  
گزاردی۔ سیکڑا فیسر کی چاب بھی کوئی چاب ہوتی ہے۔ ہر وقت مسکراہٹ، ہر وقت نرمی۔ جن  
لوگوں کو میرا دیکھتے کو دل نہیں چاہتا ان لوگوں کے ساتھ جینے کو چاہئے چینی پڑتی ہے۔ اب یہ  
سب اتنا ناقابل برداشت نہیں ہے جتنا پہلے تھا۔ اس باب کی وجہ سے مجھے اپنے رشتہ داروں  
سے زیادہ غارت ہوئی تھی۔ مجھے ان کی خود مرضی کی وجہ سے گھر سے باہر نکل کر اس طرف کی  
چاب کرنا پڑتی تھی۔

میر نے اسے دیکھا۔

اب تو آپ کو کوئی جھوٹی نہیں ہے۔ آپ کا بھائی گھر کو پھرتا کر رہا ہے پھر آپ یہ  
باب چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ سکتی ہیں۔  
جانید نے اس کی بات پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔

ہو گئیں۔

یہ بات اسوا تو مجھے تم سے نہیں تیار دے گھر والوں سے کرنی چاہئے تھی۔ چائے کے چند گھنٹے لینے کے بعد واپس رہنے بات شروع کی تھی۔ لیکن صبر کا سوراخ کو پہلے میں تم سے بات کروں۔ دراصل میری تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ دور راہ کی بات پر دم بخود ہو گئی تھی۔ وہ جیسے بہت پسند کرتا ہے اور صرف وہی نہیں بلکہ میں بھی۔ راہ کیہ رہی تھی۔ میں نے صبر کے لئے جس طرح کی لڑکی کا سوچا تھا تم بالکل ویسی ہو۔ ٹیپ، پا کر دار، نرم دل، بھگدار، پا ادب۔

عائذ کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ میں نے ہمیشہ خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے میری بہوش یہ ساری خصوصیات ضرور دے مگر اس نے مجھے میری دعا سے بڑھ کر نوازا ہے۔ تم میں تو اتنی خوبیاں ہیں، عائذ کہ میں گنوا چاہوں بھی تو گنا گناں بنتی۔ وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں تم جیسی ملا دلتی ہے اور میں چاہتی ہوں اس خوش نصیبی کو اپنا مستند بنالوں۔ صبر نے مجھ سے کہا تھا کہ میں پہلے تمہاری رائے لوں۔ اس کے بعد رشک نے کر تیار۔ مگر ہاں۔ میں نے تو اس سے کہا تھا کہ عائذ کسی اور کو پسند نہیں کر سکتی۔ وہ ویسی لڑکی ہی نہیں ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ کبھی مجھ سے ذکر تو کرتی مگر اس نے کہا کہ میں بھر بھی پہلے تم سے پوچھوں۔ اس کے بعد ہی بات آگے بڑھا میں۔

وہ جیسے کسی سکتے کے عالم میں تھی۔ راہ کیہ کتنی باری تھی۔

میرے بیٹے نے بھی کسی کو دھوکا دیا نہ کسی کا دل دکھا دیا ہے۔ ہر ایک پر احسان کیا ہے۔ میں وہ ہے کہ آج اسے خدا نے انعام کے طور پر تمہارے بھی لڑکی سے ملوایا ہے۔ اب تم بتاؤ عائذ تمہاری کیا رائے ہے۔ میں کب تمہارے گھر تیار ہی امی سے بات کرنے آؤں؟ وہ لب عائذ سے پوچھ رہی تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ راہ کے چہرے پر موجود اچھا اور فخری چمک نے اس کے پورے وجود کو تاریک کر دیا تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر کپ دک کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ مجھے کچھ دقت دیں۔ میں ابھی آپ کا اس مسئلے میں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔

ۛۛۛ

دو پارک میں اپنے مخصوص پہلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صبر نے اسے دور سے دیکھ لیا تھا۔ قدموں کی چاپ پر اس نے سرفرا کر دیکھا۔ صبر کو اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ایک جھکا لگا تھا۔ اسے قافیہ شامی یاد آتا تھا کہ وہ چہرہ شام ضرور تھا۔

اسلام علیکم۔ اس نے عائذ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ وار میں کہا تھا۔ وہ جواب دینے بغیر کب تک اس کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ صبر کو یوں لگا جیسے وہ ذاتی طور پر وہاں موجود نہیں تھی۔ اسے ہمیشہ اس کی آنکھیں بھٹی ہوئی تھی اور آج پہلی بار اسے وہ آنکھیں گولی

گئی تھیں۔

کہنا چاہتی تھی مگر مجھ میں اتنا حوصلہ راجی بہت نہیں تھی۔ وہ مجھے پتا نہیں کیا سمجھتی ہیں اور میں انہیں یہ نہیں بتا سکتی کہ میں کتنی عام مگر مٹی لڑکی ہوں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ میں سب کچھ آپ کو بتا دوں۔ آپ آنی کو فوری میرے بارے میں بتا دیجیے گا۔

دو ہات کرتے کرتے رگ گئی میو نے اسے اپنے ہونٹ پھینچے ہوئے دیکھا ہوں جیسے وہ کچھ بتانے کے لیے ہمت جمع کر رہی ہو۔ پھر اس نے سر جھکا لیا۔

چار سال پہلے مجھے اپنے تالی کے بیٹے سے محبت ہو گئی تھی۔ جب ہم ان کی فیملی کے ساتھ نہیں ملتے تھے۔ میں کسی کو بھی اپنے گھر آنے نہیں دیتی تھی۔ وہ ایک بار میرے آفسیہ آپ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا تھا میں اپنے خاندان کو ان کے خاندان سے ملنے سے نہ روکوں۔ ان کے خاندان پر پابند ہوں نہ لگاؤں۔ شروع میں مجھ اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ اب بات کرتے ہوئی خلیاں دیکھ رہی تھی۔ گھر وہ بار بار آتا رہا۔ بار بار مجھ سے کہتا رہا کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ آہستہ آہستہ مجھے اس کی باتوں پر یقین نہ ہونے لگا۔ پھر تالی کی فیملی سے ہمارے تعلقات بحال نہ ہونے لگے۔ وہ لوگ ہمارے گھر آنے جانے لگے۔ پھر ایک دن حاذق نے مجھے بتایا کہ اس کے ماں باپ میرا رشتہ مانگنے کے لیے ہمارے گھر آئیں گے اس نے اپنے ماں باپ کو ہمارے گھر بگھایا لیکن انہوں نے میرا نہیں فریاد کارشتہ مانگا۔ انہوں نے کہا یہ سب حاذق کی خواہش پر ہو رہا ہے۔ مجھے یقین نہیں آیا۔ میں نے حاذق سے پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ وہ کبھی بھی نہ تو مجھ سے محبت کرتا

کیا بات ہے؟ کوئی مسئلہ ہے یا نہ؟ وہ نرم لہجے میں کہتا اس سے کچھ حوصلے پر فحش کے دوسرے سر سے پڑنے لگا۔ اس نے سمجھ کر دیکھ کر دوا تھا۔ وہ دور جا لنگ ٹریک پر بھاگتے ہوئے ٹوکوں کو دیکھ رہی تھی۔

مجھے کچھ بتانا ہے، اپنے بارے میں کچھ ایسی باتیں جو آپ نہیں جانتے۔ وہ سامنے نظر میں ہمارے آہستہ سے ہوئی تھی۔

کہا یہ بہت ضروری ہے۔ میو نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

ہاں، بہت ضروری ہے۔ اس بار میو کو اس کی آواز کسی کہانی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ وہ اب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ اور آنی مجھے جو بھڑ ہے ہیں وہ نہیں ہوں۔ وہ اس کی بات پر بچہ لگا نہیں تھا جس بھیجی کی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

میں آپ کو کسی دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتی۔ آپ نے زندگی میں بہت محنت کی ہے۔ بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ اب آپ اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ میرے جیسے لڑکی آپ کی زندگی میں شامل ہو۔ میں اتنی پاکیزہ، مقدس اور نیک نہیں ہوں جتنا آپ دونوں مجھے سمجھتے ہیں۔ میں ہر لحاظ سے فرد ایک ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں آپ دونوں کو دھوکا دیتے ہوئے آپ کی زندگی میں شامل ہو جاؤں۔ آپ کے سکون کو کچھ کروں۔ میں یہ سب آنی سے

کیونکہ امر امریکہ میں بسٹل نہیں ہو رہا تھا پھر اس نے باہر سے ٹیسی جوڑی رقم کے دارفہ بھیجا شروع کر دیے۔ جب کسی کو میرے چند بڑا کی ضرورت نہیں رہی تو گھر میں میرا ٹیسی بھی ختم کر دیا گیا۔ ان دنوں میں نے ڈرنک کرنا شروع کر دی۔

دو ہفتے کرتے کرتے ایک بار بھر کی۔ صبر کا کچھ روپ بھی چٹا کر دیا۔

ڈرنک کے بعد کوئین بھر پیر دس۔ گھر والوں کو شروع میں پتا نہیں چلا جب پتا چلا تب تک کافی دیر ہو چکی تھی۔ میں وہ سب کچھ چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ ہاں گھر چھوڑنے پر تیار تھی۔ ایسا کرتی تو شاید گھر والوں کی بہت بدنامی ہوتی۔ اس لیے انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر ان ہی دنوں آخری دن کا واقعہ ہوا۔ آپ لوگوں کیساتھ واقعیت بدلتی تھی۔ میں نے آخری سے شروع میں پہنچنے کی بہت کوشش کی۔ میں ٹیسی چاہتی تھی وہ میرے بارے میں کچھ جانیں گھرا دیا نہیں تھا۔ مجھے نہیں پتا کس طرح میں ان کے پاس جانے لگی۔ شاید مجھے کوئی سہارا چاہیے تھے۔

صحت کے چھ لاکھ چاہیے تھے۔ وہ آپ کے بارے میں بات کرتی رہتی تھیں آپ نے لیکن کس طرح گزارا۔ آخری گلی برداشت کی۔ رشتہ داروں کے ہاتھوں آخری ذلت اٹھائی۔ مجھے آپ سے ٹیسی ہونے لگا۔ مجھے آپ کی زندگی اپنی جیسی تھی تھی۔ پھر میں اداکاری طور پر آپ کے پاس آئے۔ ڈرنک آپ سے ہاتھ کر کے لگی اور جب میرا دل چاہا میں زندگی سے صحت کروں۔ میں وہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ جس کی میں عادی ہو چکی تھی اور میں نے لیکن کیا۔ میں نے ایک میٹر بڑھائیں کیا اور ڈرنک کو چھوڑ دیا۔ گھر والے آج بھی یہی سمجھتے ہیں کہ میں ڈرنک استعمال کرتی ہوں لیکن

تو نہ ہی مجھ سے ملادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ اور فریڈ ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے۔

ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ مگر ان کی شادی جب تک نہیں ہو سکی تھی جب تک میں امی کو تپا کی فحش سے اتفاق نہ کر کے دیتی۔ انہوں نے اتفاق نہ کر دینے کے لیے پٹریا ہونے پڑا۔

میں کچھ نہیں کہہ سکی۔ میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ ہی نہیں گیا تھا۔ حاذق نے مجھ سے معذرت کرنی مگر فریڈ نے نہیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے کوئی ناکام نہیں کیا۔ اس نے وہی کیا جاتا ہے کرنا چاہیے تھا۔ وہ ٹھیک تھی۔ اس نے بالکل سچ کہا تھا۔ فحش تو مجھ سے ہوئی تھی۔ امی نے حاذق کا رشتہ منقطع کر دیا۔ دونوں کی شادی ہو گئی۔ مجھے اپنا وجود پاگل بیکار گئے۔ میں ایک ایسی چیز بن گئی جس سے کوئی بھی صحت کرنا تھا نہ ہی پسند کرتا تھا۔ اس کو اعتراض ہونے لگا تھا۔ میری ہر بات پر ہر کام ہے۔

فریڈ کی شادی پر اعتراض آیا تھا اس نے بھی وہاں شادی کرنی تھی اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ اس جانب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے میں یہ جانب چھوڑ دوں اور گھر بیٹھ جاؤں۔ اسے میرے کردار پر دوسروں کی طرح اعتراضات تھے۔ میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اس نے میرے ساتھ مارے اتفاق سے ختم کر دیے۔ جب تک گھر والوں کو میری ضرورت تھی وہ مجھے استعمال کرتے رہے۔ جب انہیں میری ضرورت نہیں رہی تو انہوں نے مجھے ایک استعمال شدہ چیز کی طرح بھینک دیا۔ پہلے میں گھر کو سپورٹ کرتی تھی

آج سے چھبیس سال پہلے ایک بچے نے اپنی دنیا کو ختم ہوتے اور ایک نئی دنیا کو ابھرتے دیکھا۔۔۔ ختم ہونے والی دنیا چھبیس۔ آسمانوں، رنگینوں کی دنیا تھی اور نئی دنیا دونوں، آزمائشوں اور فحشوں کی دنیا تھی۔ اس دنیا میں اس نے گھجلی دینا کے کرداروں کو نئے چہروں کے ساتھ دیکھا اصلی چہروں کے ساتھ اور وہ چہرے بہت ہولناک تھے۔

دوا گھوس میں امہرتی نئی کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔ دوا سے کیا سنا رہا تھا۔

اس نے برہمن کو بہت معمولی، بہت معمولی پاپا۔ انسانوں پر سے اس کا اعتبار اٹھ گیا۔

لیجے عرصے تک وہ لوگوں سے خوف کھاتا رہا۔ پھر اس نے ایک بار پھر اپنی دنیا سے سرے سے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔ اسے ایک بار پھر پرانی دنیا میں اصلی کرداروں کی خبروں کیس اٹھ چا ہے تھے۔

چھبیس سال تک اس نے ایک لمبی جدوجہد کی۔ اس جدوجہد میں اس نے بہت کچھ سیکھا۔ اپنی تلخی، راج، بچپن، ماں کی قہر اور وقت، اپنی تعلیم اپنی جوانی اور یہ سب گھوٹانے کے بعد وہ پرانی دنیا کو دوبارہ سے تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب وہ چھتیس سال کا ہو چکا تھا۔ جب اسے محبت کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس محبت کی شخصیت سے وہ روپے سے خرچہ سکا تھا بلکہ اس محبت کی جڑ اس کے وجود کی ساری کیوں کو پورا کر دے پھر اسے ایک ٹری ملے۔

اکلی آواز بہت دھیمی تھی۔ دوا سے دیکھنے کے بجا پارک میں بیٹھے دو لوگوں کو کچھ دیا تھا۔

اسے لگا جیسے اس کی حواس ختم ہو گئی تھی۔ دوا سے براہِ اعتبار سے اپنے ہمیں لگی۔ اس ٹری میں بہت سی خامیاں تھیں، بالکل اس کی طرح گھرا سے تو اس کے وجود سے نہیں اس کے دل

میں نہیں کرتی۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ سب نہیں بتایا مجھے خوف تھا دوسروں کی طرح آپ بھی مجھ سے غرت کریں گے۔ رابعداً نئی مجھے اپنے گھر میں آنے دین کی میں ایک بار

پھر پہلے کی طرح اکیلے روہاں لگی۔ میں ماضی کو دہرائی کر دیا تھا اپنی جی گھر ماضی جی ہی تو نہیں ہوتا۔ آپ نے زندگی میں ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے کیا آپ کے عقیدہ میں میرے جیسی

کرہٹ لڑی ہوئی چاہیے؟ میں نے آپ کے پرچوں دل دے جانے کے بعد بھی سوچا تھا پہلے میرا دل چاہتا کہ میں آپ کو کچھ بھی نہ بتاؤں سب کچھ چھپا ہی رہے ہوں۔ مگر یہ سب بہت

مشکل ہے۔ مجھے رابعداً نئی اور آپ سے خوف آنے لگا ہے۔ میں آپ دونوں کو کچھ چھ ماہ سے مل کر رہی ہوں۔ آپ دونوں مجھے بہت پکاؤ۔ ٹپک، ایگر پندہ گھتے ہیں حالانکہ میں تو

ایسی ہوں ہی نہیں۔ میری حقیقت کبھی نہ کبھی تو آپ دونوں کے سامنے مکمل ہی جاتی پھر آپ لوگ مجھ سے غرت کرتے ہیں۔ میں آپ سے شادی نہیں کرتی۔ آپ کسی دلچسپی ٹری سے

شادی کریں یا پھر مضمود سے شادی کر لیں وہ بر لٹا سے آپ کے قابل ہے۔ بر لٹا سے مجھ سے بہتر ہے۔ میرے جیسے محب نہیں ہیں اس میں، آپ کے ساتھ بہت اچھی زندگی

گزاریں گے۔ دوا رابعداً نئی کو بھی بہت پندہ ہے۔ وہ مضمود بھی بدی چاہتی ہیں۔ وہ خاموش ہو گئی۔

ایک کہانی میں گی آپ؟ جو جملہ اس کی تمام مشکلوں کے بعد اس کی ساتوں سے گھرا دیا تھا۔

اس نے اسے حیران کر دیا تھا وہ امر گھر کر میو کے چہرے کو کچھ لگی۔

میں نہیں تھا مگر پھر بھی کسی ڈرنگ ایجنٹ سے شادی کرنے کا فیصلہ کرنا کافی مشکل تھا۔ میں نے اس پر کافی سوچا تب ہمارے حق میں سب سے بڑا پائلٹ یہ تھا کہ تم ڈرنگ سے بچاؤ حاصل کر چکی تھی اب جہاز میں۔ اس لیے مجھے فیصلہ کرنے میں کچھ مشکل تو ہوئی لیکن میں نے بہر حال تمہارے حق میں ہی فیصلہ کیا۔

جہاں تک حاذق کا تعلق ہے تو میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس میں کوئی الجھی نہیں کہ تم ہاشمی میں کسے پسند کرتی تھیں یا کس سے محبت کرتی تھیں۔ مجھے اگر دل چاہی ہے تو صرف اس بات سے کہ تم اس وقت کس سے محبت کرتی ہو۔ شاید تمہارا میلہ یہ ہے کہ تم بہت جذباتی ہو اور اس جذباتیت نے تمہیں بہت کمزور بنا دیا ہے۔ تم زندگی میں ہمیشہ سوچے سمجھے بغیر فیصلے کرتی رہی ہو۔ ہمیشہ اپنے ہاشمی کو سر پر اٹھا پھرتی رہی ہو۔ ہم میں سے کچھ اپنی غلطیوں سے سمجھتے ہیں اور انہیں دوبارہ نہیں دہراتے کچھ غلطیوں سے بھی کچھ نہیں سمجھتے اور وہی غلطیاں دوبارہ کرتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو ساری عمر اپنی غلطیوں کو بچھتہ دہان کی صورت میں ساتھ لیے پھرتے ہیں پھر وہ اپنی زندگی کو ہی ایک بچھتا ہوا مادہ دیتے ہیں تم بھی اسی کھنکری میں اٹی ہو۔

دو بجتی آ گھنوں کے ساتھ اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ بڑے شططہ لیے میں ہاتھ جاد ہا تھا۔

حاذق اور فرید نے تمہارے ساتھ جو کیا وہا سے بھلا چکے ہیں۔ اس کا ثبوت ان کی انجی

سے محبت تھی جس نے ایک ہا دس لاکھ کو اس کی دیاں کو بچانے پر بھجور کیا تھا۔

کوئی چیز علیحدہ کے کال بنگلوں سے لگی۔ وہ اب بھی بول رہا تھا۔

بہت عرصہ دلوں نے اکٹھے گزارا پھر اس نے اس لڑکی کو پرہیز کر دیا۔ تب ایک دن وہ لڑکی اپنے پورے ہاشمی کو اٹھا کر اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اسے بتانے لگی کہ اس نے زندگی میں کیا کیا ہے وہ صاف گوارا دینا اور بڑھاپا جی تھی۔ اس کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔

اب نکلنا گھر ہے ہیں۔ میں صاف گویا نہ چاہتی ہوں نہ دینا اور میں تو صرف۔

اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر صبر نے اس کی بات کاٹ دی۔

میں صرف حاذق کے ہاں سے میں نہیں جانتا تھا۔ اپنی سب کچھ جانتا تھا، یہ بھی کہ تم ڈرنگ کرتی ہو۔ یہ بھی کہ تم ڈرنگ لیتی ہو۔

اسے حیرت کا ہلکا سا تھا۔ حیرت آپ سے تم پر آ چکا تھا۔

میں نے تمہیں پرہیز کرنے سے پہلے تمہارے بارے میں سب کچھ پتا کر دیا تھا، جہاں تم کام کرتی ہو وہاں تمہاری رہنمائی کیا ہے۔ تمہاری کھلی کہی ہے۔ پھر rehabilitation سینٹر جہاں تم اپنے عادی کے لیے جاتی رہیں وہاں سے بھی میں تمہارا سارا ریکارڈ دیکھ چکا ہوں۔ جس عمر میں میں شادی کر رہا ہوں۔ اس عمر میں کوئی بھی مرد آنکھیں بند کر کے صرف محبت کے لیے شادی نہیں کرتا۔ میں نے بھی تمہارے بارے میں پچھلے دنوں میں کی تھی۔ یہ بتا ہوں کہ مجھے شک نہ لگا تھا، یہ جان کر کہ تم ڈرنگ استعمال کرتی رہی ہو۔ چنانچہ یہ بہت زیادہ متحذر



نہیں تھی، اس لیے میں کبھی تہوارے پاس نہیں آئی لیکن میں حیران ضرور ہوتا تھا کہ تم پارک میں آ کر ٹائم تک کیوں بیٹھی رہتی ہو۔ آفس سے سیدھی گھر کیوں نہیں جاتیں۔ بھرا ہوا ہسپتال مجھے اذیت دے رہا تھا اور اصل گھر جانا ہی نہیں چاہتی تھی، تم اپنے ماحول سے فرار چاہتی تھیں۔ کئی سال پہلے میں بھی اسی طرح گھر سے بھاگتا تھا۔ گھر سے باہر بے مقصد وقت گزارنا تھا، گھر جانا ہی نہیں چاہتا تھا میرا سہیلہ اور تھا۔ امی کے علاوہ میرا کوئی نہیں تھا اور ہوتے ان سے مجھے نہیں نہیں تھا نہ انہیں میری ضرورت تھی۔

اس کے سچے میں آپ مجھ پر ہی اصرار کرتی تھی۔ دوام، انور، امی کی باتیں سننے چاہی تھی۔ مگر تہوار ہی تو ساری چلی تھی پھر تم ان کے پاس کیوں جانا نہیں چاہتی تھیں۔ تم ایک بار دعوت پر تہارے گھر آ گئیں تو اپنے گھر والوں کے پاس بیٹھنے کے بجائے ایک طرف چلی گئیں۔ میں نہ چاہتا تھا کہ تم میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا۔ میں تہوار کی ذات کی گہروں کو کھونا چاہتا تھا۔ میں تہوارے اسرار کو پہچاننا چاہتا تھا۔ بھرا ہوا ہسپتال تہوارے بارے میں بہت کچھ میرے علم میں آتا تھا۔ تم اب بھی امی کے پاس آتی تھیں، اپنی بوکی باتیں کرتی رہتی تھیں۔ یاد ہے تم نے ایک بار مجھ سے کہا تھا۔ آپ بالکل میرے پڑا جیسے ہیں۔ تم ہر مرد کے دل میں اپنے پڑا کر کھائیں کیوں کرتی رہتی ہو۔ جیسے یہ حقیقت تسلیم کر لیں چاہیے کہ وہ بہت سال پہلے مر چکے ہیں اور کوئی دوسرا شخص کبھی بھی ان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ میں جانتا ہوں، یہ مشکل ہے مگر یہ بہت ضروری ہے۔ میرے ذہنی بھی بچپن میں مر گئے تھے۔ بہت دیر تک مجھے بھی کچھ نہیں آیا

زندگی ہے۔ تم نے کچھ نہیں بھلا، بلکہ اپنے آپ سے غرت کرنی شروع کر دی۔ کیوں؟ عذاب کی زندگی میں سب کچھ نہیں تھا اس کے علاوہ کبھی بہت کچھ تھا۔ تم نے خود کو سب سے کاٹ لیا۔ سگریٹ نوشی شروع کر دی، پھر ذرا کم پھر ذرا زیادہ لڑکیاں، چیزوں نے تہوار کی ہڈی پر بیج نہ لگے کوئی صل جی نہیں نہیں کرتیں کیونکہ وہ تو خود ہی ایک مسئلہ بن گئی ہیں۔ تم نے اچھا کیا۔ خود ہی ان سے جان بچا لی۔ یہ تہوارے لیے اس زمانے کا بہت ہوا کیونکہ تم ابھی نہیں بہت کم مقدار میں استعمال کرتی تھیں، اگر زیادہ مقدار میں کرتیں تو جتنی قوت ارادی تہوار کی ہے تم کبھی بھی ان چیزوں سے نہایت حاصل نہ کر سکتیں۔ تم نے زندگی میں دوسروں سے اتنا کچھ نہیں لیا جتنا اپنے آپ سے لیا ہے۔ تم خود کو دوسروں سے کاٹ کر انہیں سزا دینا چاہتی ہو تہوارا دل لیا ہے اس طرح انہیں اپنی اپنی کامیابی سے بھگا دیا، کچھ انہیں تکلیف تو ضرور ہوگی۔ عایدہ حقیقی زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوتا آپ صرف خود کو اکلیڑ کر لیتے ہیں۔ انتقام لینے میں دوسروں کو کچھ تکلیف ضرور ہوتی ہوگی انتقام لینے والے کی تو پوری زندگی، پوری ذات، پوری شخصیت سب بوجھ بنی ہے۔

اس کے کال ایک بار پھر بیٹھنے گئے تھے۔ وہ دھندلی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

میں روز شام کو یہاں جا چکے کرنے آتا تھا اور میں نے بہت دھڑھکیں شام گئے تک یہاں بیٹھنے دیکھا۔ بعض دفعہ تم اس وقت تک کر رہی ہوتی تھیں تب میری تم سے کوئی زیادہ سلام دعا

ماسوروں کے تلخ کی طرح کات چھینکا اور بھر بہت نرمی سے ہر گھماؤ کوئی دے۔ اس وقت اس کی ہاتھوں میں ایک ایسی ہی آواز آ رہی تھی ۱۰۰ سبھا رہا تھا۔ زندگی گزارنے کا بڑا سکھار ہا تھا۔ اس کا حساب کرو رہا تھا۔ اس کے عیب و کمزوریاں تھیں۔ اسے کچھ بھی برا نہیں لگ رہا تھا۔ بہت عرصے کے بعد وہ کسی کیسا مٹے اس طرح افسوس بھاری تھی اسے اپنے افسوسوں پر شرمندگی نہیں تھی۔ وہ اس شخص کے سامنے بہہ رہے تھے جوں کے اندر کس سے بھی بچتا رہتا تھا۔ وہ اس سے دوسرے لوگوں کی طرح کچھ بھی چھپا نہیں رکھی تھی کی آنسو بھی۔

آواز پٹ پٹے ہیں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔

دو ہاتھ کھڑا ہوا۔ دو تھیلی کی پشت سے اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

ہاں اور ای کو اپنے بارے میں یہ بتانے کی طاقت مت کرنا۔ بہت سی چیزیں ان کے لیے کبھی بھی قابلِ قہر نہیں ہوں گی۔

ہو اس کے آگے چلتا ہوا کہتا جا رہا تھا۔ وہ آگے چھپے چلتے ہوا گنگ لڑیکہ پر آگے گئے۔ ایجنٹ کا ہار پر لگی ہوئی روشنیوں دھاتے پر چلتے ہوئے لوگوں کو بھی روشنی کر رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر اپنے آگے چلتے ہوئے دروازہ معمولی کھل کے فیور معمولی انسان کو یکساں اسے پیش ہی بہت بچتا بہت بڑا تھا اور آج اس کا قہر کھرا و دھکی بڑا گیا تھا۔

الغلام ----- TheEnd

تھا کہ ہوا کیا ہے۔ بہت دیر تک ان کے بغیر مجھے چلتا نہیں آ پا جھریں نے حقیقت تسلیم کر لی۔ ان کے بغیر زندگی گزارنا سیکھنا عاریتہ قہم یہ کبھی نہیں کر سکیں گے؟

وہ بہت دھکے بہت نرم لہجے میں اس سے کہہ رہا تھا۔ دوسرا آواز دیتی رہی۔

جینا ان خاموشیوں کے ساتھ ہی بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔ تم بہت ایسا رہتا ہو کہ بہت نہیں ہو، جیسا کہ بات یہ ہے کہ تم ایک بہت کامیاب سٹارڈو فیور ہو۔ تمہارے آنسو میں تمہاری رنجشیں بہت اچھی ہیں۔ اگر تم باہر کی دنیا میں ایک کامیاب انسان کے طور پر زندگی گزار سکتی ہو تو قی زندگی میں بھی ایسا ممکن ہے۔ ابھی تمہارے پاس بہت وقت ہے۔ تم سب کچھ ٹھیک کر سکتی ہو۔ میں تمہاری اہلی سے بات کروں گا۔ امرتے بھی بات کروں گا۔ تم نیلکی کو قی قہم کی نہیں کی جسے معاف کیا ہی نہ پاسکے۔ ایک دفعہ پھر سے تم اپنی فعلی کے ساتھ ہی زندگی شروع کر سکتی ہو۔ میں اس مسئلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ تمہاری اہلی اور گھر والوں کو تم سے محبت بھی ہے اور تمہاری ضرورت بھی۔ تم یہ سمجھنا چھوڑ دو کہ شیوں نے تمہیں استعمال کر کے پیچھا دیا ہے۔ تم کوئی چیز نہیں ہوں انسان ہو۔ انسانوں کو چھوڑا نہیں جاتا۔

پارک میں تار کی ٹیبلٹیں جھکی تھیں۔ دور نہیں کچھ انکس جلدی تھیں کمران کی روشنی ان دونوں تک نہیں پہنچی پاری تھی۔ اسے مزید کا چہرہ اب نظر نہیں آ رہا تھا۔ صرف آواز سنائی دے رہی تھی۔ بعض دفعہ چہرے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف آوازوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی ایسی آواز کی جس میں آپ کے لئے بہرہ دی ہو، جو آپ کو دھوکے تمام